ماھنامہ
ربوہ
خالد
فروری ۱۹۸۷ء
ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔"

نائبین
فضیل عیاض احمد
عبدالقدیر قمر
مُعاونین: شمشاد احمد قمر
فضل الرحمٰن

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

جلد ۳۴

تبلیغ ۱۳۶۶ ہش
فروری ۱۹۸۷ء

شمارہ ۴

اس شمارہ میں

پبلشر: مُبارک احمد خالد، پرنٹر: قاضی منیر احمد، مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی ربوہ
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ (اقصیٰ روڈ)، رجسٹرڈ: ایل نمبر ۵۸۳۰

قیمت سالانہ : ۲۵ روپے
" ماہانہ : ۲ روپے ۵۰ پیسے
ممالک بیرون : ۵۰ روپے سالانہ

اداریہ

زندہ علامت

خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے مامورین کے صدق کی ایک بڑی بھاری کسوٹی خدا کی تائید و نصرت ہے۔ ان کو کثرت کے ساتھ مصفّٰی غیب پر مطلع کیا جانا، ان کا اپنے وقت پر پُورا ہو جانا اور بالآخر غلبہ پر منتج ہونا اس بات کا بدیہی ثبوت ہوتا ہے۔ کہ انہیں ایک عالم الغیب ہستی کا قرب حاصل ہے اور وہ اس کی طرف سے دعویٰ ماموریت میں سچے ہیں۔

اس تصویر کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ مامورین کی طرف سے عزت و اقبال اور فتح و نصرت کی پیشگوئیوں کے مقابل پر مخالفین کی طرف سے ان کی ناکامی و نامرادی اور ذلّت و ادبار کی پیشگوئیاں اور دعاوی کئے جاتے ہیں۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں واقعات خود بتا دیتے ہیں کہ کون اپنے دعویٰ میں صادق ہے اور کون کاذب۔ کون خدا کی طرف سے ہے اور کون نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے پیاروں کو عظمتیں اور جاودانی زندگیاں عطا کرتا ہے۔ اور دشمنوں کو نیست و نابود کر دیتا اور آنے والوں کے لئے عبرت کے نشان بنا دیتا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی دربارہ مصلح موعود ان دونوں متضاد پہلوؤں کو سمجھنے کی خاطر مطالعہ کے لئے ایک وسیع مواد پیش کرتی ہے جو خود متعدد پیشگوئیوں کا مجموعہ ہے۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو حضور نے جب یہ اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے غیر معمولی صلاحیتوں اور نادر و نایاب صفات سے معمور ایک عظیم الشان بیٹا دینے کا وعدہ کیا ہے جو میرے نام کو زمین کے کناروں تک اور کام کو آسمان کی رفعتوں تک پہنچا دے گا۔ اور میری صداقت کا ایک زبردست نشان ٹھہرے گا۔ تو آریہ سماج کے ایک ممتاز لیڈر پنڈت لیکھرام نے بھی خدا کی طرف منسوب کر کے ایک نہایت دلآزار پیشگوئی شائع کی جو مصلح موعود کی تمام صفات کی نکتہ بنکتہ نفی کرتی تھی۔ اور ایک بالکل برعکس منظر پیش کرتی تھی۔ مثال کے طور پر صرف ایک شق کا تقابل پیش کیا جاتا ہے۔

پیشگوئی مصلح موعود کے طویل الہامی کلام میں ایک بشارت یہ بھی ہے کہ

"تیری ذرّیت منقطع نہ ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔"

اس کے مقابل پر لیکھرام نے تحریر کیا۔

"آپ کی ذرّیت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت رہے گی۔"

(کلیات آریہ مسافر)

اس مقابلہ کا کیا نتیجہ ہوا وہ مستقبل پر نہیں ماضی کے پردوں پر رقم ہو چکا ہے ۔ اور اہلِ عالم کو یہ موقعہ نصیب کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والوں سے خدا کے سلوک کا مشاہدہ کر سکیں۔ ایک خدا کی طرف دو مختلف مذاہب کے رہنماؤں کی طرف سے دو متضاد اور متخالف پیشگوئیوں کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹی ہے ۔

خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ دکھاتی ہے کہ لیکھرام نے حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کے نیست و نابود ہونے اور آپ کی نسل کے کاٹے جانے کے بارہ میں جو پیشگوئی کی تھی اس میں بیان کردہ مدّت کے پورا ہونے میں بمشکل دو ماہ باقی تھے کہ وہ بچہ پیدا ہوا جس کا وجود پیدائش سے پہلے ہی ہندوستان کی مذہبی دُنیا میں موضوعِ بحث بنا ہوا تھا۔ اگر نگاہوں میں کھا جانے کی طاقت ہوتی اور اگر دُشمن کی تمنائیں خدا کی نظر میں ایک ادنیٰ سا درجہ بھی رکھتیں تو اس بچے کے زندہ رہنے یا پنپنے کا کوئی بھی امکان نہ تھا۔ لیکن دنوں پر دن گزرتے چلے گئے اور ایک رات کے بعد دوسری رات آئی لیکن نہ تو لیکھرام کی قہر آلود نظریں اس بچے کو ہلاک کر سکیں نہ اس کی بد دُعائیں اور دُشنام طرازیاں اس کا کچھ بگاڑ سکیں ۔ دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں اور سالوں میں تبدیل ہوئے لیکن لیکھرام کی پیشگوئی کے پُورا ہونے کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے ۔ یہاں تک کہ خود لیکھرام کی نہایت عبرتناک موت کا وقت آ پہنچا ۔ اور بعینہٖ اسی طرح جس طرح حضرت مرزا صاحب نے ۱۸۹۳ء میں اس کی موت کی واضح پیشگوئی فرمائی تھی عید کے دوسرے روز لیکھرام ایک نامعلوم شخص کے ہاتھوں اس طرح مارا گیا کہ اس نے چھری کے پے در پے وار کر کے پیٹ چاک کر دیا ۔ اور انتڑیاں باہر نکل پڑیں۔ چنانچہ چند گھنٹے نہایت اذیت میں مبتلا رہ کر ڈاکٹروں کی ہر کوشش کو ناکام بناتے ہوئے لیکھرام ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو خائب و خاسر اس دُنیا سے اُٹھ گیا ۔

دوسری طرف وہ بچہ نامساعد حالات اور کمزور صحت کے باوجود بڑھتا اور پھلتا پھولتا رہا ۔ اس کے بچپن کی ادائیں اور عزائم اس کے تابناک مستقبل کا پتہ دے رہے تھے ۔ یہاں تک کہ وہ ۱۹۱۴ء میں پچیس سال کی عمر میں جماعت احمدیہ کا امام بنا ۔ بہتوں نے سمجھا کہ یہ بچہ ناتجربہ کار ہے اب تو جماعت ضرور تباہ و برباد ہو جائے گی ۔ مگر جس کی ذہانت اور اولوالعزمی کی خدا نے خبر دی تھی وہ ہولناک طوفانوں سے اپنی جماعت کو بچا کر لے جاتا رہا اور ہر میدان میں فتح کے جھنڈے گاڑتا رہا ۔ اس کے لاکھوں فدائی آج بھی اس کے نام پر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں ۔

آج جماعت احمدیہ کو کُل عالم میں جو نیک شہرت ، قوّت اور شوکت اور عظمت نصیب ہے اس میں بہت بڑا دخل حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کا ہے ۔ آپ کا ۵۲ سالہ دور دینِ حق کی تاریخ کا ایک بہت روشن باب ہے جس کے دامن سے فتوحات کے نئے نئے ابواب ظاہر ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے ۔

کس شان کی وہ پیشگوئی تھی اور کس شان کا وہ وجود تھا جسے خدا نے وہ پیشگوئی عطا کی اور جو اس کا مصداق بنا ۔ یہ پیشگوئی ان سب کی صداقت کی ایک زندہ علامت ہے ۔ اور سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے ایک لازوال نشان ۔

پیشگوئی مُصلح موعودؑ

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی (اور تیرے سفر کو جو ہشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں تا دین (حق) کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفےٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ .... اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ (.....) ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ .... جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جسکو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا وہ جلد جلد بڑھے گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

جماعت احمدیہ کے دوسرے امام سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے ۲۰ فروری ۱۹۴۴ء کو ہوشیار پور کے ایک جلسۂ عام میں فرمایا :-

"میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے۔ جس نے زمین کے کناروں تک حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کا نام پہنچانا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں ہی موعود ہوں اور کوئی موعود قیامت تک نہیں آئے گا۔ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اور موعود بھی آئیں گے اور بعض ایسے موعود بھی ہوں گے جو صدیوں کے بعد پیدا ہوں گے بلکہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ وہ ایک زمانہ میں خود مجھ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا اور میں پھر کسی شرک کے زمانہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آؤں گا۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ میری روح ایک زمانہ میں کسی اور شخص پر جو میرے جیسی طاقتیں رکھتا ہوگا نازل ہوگی اور وہ میرے نقشِ قدم پر چل کر دنیا کی اصلاح کرے گا۔ پس آنیوالے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اپنے اپنے وقت پر آئیں گے۔

میں جو کچھ کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ وہ پیش گوئی جو حضرت مسیح موعود پر اس شہر ہوشیارپور میں سامنے والے مکان میں نازل ہوئی جس کا اعلان آپ نے اس شہر سے فرمایا اور جس کے متعلق فرمایا کہ وہ نو سال کے عرصہ میں پیدا ہوگا وہ پیش گوئی میرے ذریعہ سے پوری ہو چکی ہے۔ اور اب کوئی نہیں جو اس پیش گوئی کا مصداق ہو سکے۔"

(الفضل ۱۹ فروری ۱۹۶۰ء)

"آپ لوگ جو میرے اس اعلان کے مصدق ہیں آپ کا اولین فرض یہ ہے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور اپنے خون کا آخری قطرہ دینِ حق اور احمدیت کی فتح اور کامیابی کے لئے بہانے کو تیار ہو جائیں۔ بیشک آپ لوگ خوش ہو سکتے ہیں کہ خدا نے اس پیشگوئی کو پورا کیا۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ آپ کو یقیناً خوش ہونا چاہئیے۔ کیونکہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے خود لکھا ہے کہ تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔ پس میں تمہیں خوش ہونے سے نہیں روکتا۔ میں تمہیں اچھلنے کودنے سے نہیں روکتا۔ بیشک تم خوشیاں مناؤ اور خوشی سے اچھلو اور کودو۔ لیکن میں کہتا ہوں اس خوشی اور اچھل کود میں تم اپنی ذمہ داریوں کو فراموش مت کرو جس طرح خدا نے مجھے رؤیا میں دکھایا تھا کہ میں تیزی کے ساتھ بھاگتا چلا جا رہا ہوں اور زمین میرے پیروں کے نیچے سمٹتی جا رہی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے الہاماً میرے متعلق یہ خبر دی ہے کہ میں جلد جلد بڑھوں گا۔ پس میرے لئے بھی مقدر ہے کہ میں سرعت اور تیزی کے ساتھ اپنا قدم ترقیات کے میدان میں بڑھاتا چلا جاؤں مگر اس کے ساتھ آپ لوگوں پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ اپنے قدم کو تیز کریں اور اپنی سست روی کو ترک کر دیں۔ مبارک ہے وہ جو میرے قدم کے ساتھ اپنے قدم ملاتا ہے۔ اور سرعت کے ساتھ ترقیات کے میدان میں دوڑتا چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو سستی اور غفلت سے کام لیکر اپنے قدم کو تیز نہیں کرتا اور میدان میں آگے بڑھنے کی بجائے منافقوں کی طرح اپنے قدم کو پیچھے ہٹا لیتا ہے اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر سمجھتے ہو تو قدم بقدم اور شانہ بشانہ میرے ساتھ بڑھتے چلے آؤ۔"

(المصلح الموعود)

منظوم پیغام

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑیگا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم لب پہ مگر نام نہ ہو

اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

گامزن ہوگے رہ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سرانجام نہ ہو

(کلامِ محمود)

آج سے ایک صدی قبل حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ دینِ حق کے ایک عظیم پہلوان کی صورت میں دنیا کے پردے پر نمودار ہوئے۔ آپ نے چار سُو دین کی حقانیت کی منادی کی۔ اور دنیا کے تمام مذاہب کے رہنماؤں کو بار بار چیلنج دیا کہ آؤ اور خدا کی تائید کی کسوٹی پر اپنے اپنے مذہب کی سچائی کا نشان پیش کرو۔ یہ بھی فرمایا کہ وہ شخص جو صدق دل سے صداقت کا متلاشی ہے وہ آئے اور قادیان میں کچھ عرصہ میرے پاس قیام کرے اگر اس عرصہ قیام کے دوران خدا تعالیٰ اسے کوئی واضح اور غیر مبہم نشان میری صداقت کا نہ دکھاوے تو بے شک میں جھوٹا اور مفتری قرار پاؤنگا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی اس صلائے عام کے نتیجہ میں قادیان کے آریوں نے ایک محضرنامہ آپ کی خدمت میں اس مضمون کا پیش کیا کہ آپ جو دور دراز کے بسنے والے متلاشیانِ حق کو بھی قادیان آکر نشان دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں تو ہم جو آپ کے ہمسایہ میں رہتے ہیں ہمیں اس سے کیوں محروم رکھا جائے۔ ہمیں خدا کے قرب اور رحمت کا نشان دکھائیے۔

چونکہ آپ کا مشن عالمگیر تھا۔ اس لئے آپ کو ایک ایسا نشان چاہیے تھا جو عالمگیر حیثیت کا حامل ہو۔ اور سورج کی طرح مشرق و مغرب پر چمکے۔ چنانچہ آپ اپنے رب سے اس کی رحمت اور قربت کا نشان مانگنے کی طرف متوجہ ہوئے اور اس غرض سے آپ نے ہوشیارپور کے قصبہ میں ایک مکان میں تنہا چالیس دن کے لئے گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور شب و روز عبادت اور گریہ و زاری کرتے ہوئے آپ نے اپنے رب سے ایک ایسے باکمال فرزند کی ولادت کی التجاء کی جو دین حق کی فضیلت اور کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر کرنے کے لئے ہر ضروری صفت سے متصف ہو اور اسے دین کی کامیاب خدمت کی بھرپور توفیق عطا ہو۔

چالیس روز کے بعد اس چلّہ کے اختتام پر آپ نے بذریعہ اشتہار یہ اعلان فرمایا کہ جو کچھ میں نے خدا سے مانگا تھا وہ اس نے مجھے عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے جو میری اور دین حق کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہوگا۔ چنانچہ آپ نے تحریر فرمایا۔

"یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے۔ ... اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ واولیٰ واکمل وافضل واتم ہے۔ کیونکہ مردہ کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جاوے ... مگر اس جگہ بفضلِ تعالیٰ واحسانہٗ وببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایک ایسی روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاءِ موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مردوں کو زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مردہ کی روح بھی دعا سے واپس آتی ہے اور اس جگہ بھی دعا سے ایک روح ہی منگائی گئی ہے۔"

(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء مجموعہ اشتہارات جلد اوّل ص۱۱۴، ص۱۱۵)

قدیم نوشتوں میں بھی مسیح موعود کے ایک عظیم الشان بیٹے کی خبر ملتی ہے مثلاً یہود کی شریعت کی بنیادی کتاب "طالمود" میں لکھا ہے کہ مسیح کے وفات پا جانے کے بعد اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی۔ اسی قسم کا تذکرہ زرتشتی مذہب کے صحیفہ "دساتیر" میں بھی ہے۔ احادیث میں بھی مسیح موعود کی شادی اور اس کو اولاد دیئے جانے کا خصوصی ذکر ہے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی نے بھی مسیح موعود کے بعد اس کے بیٹے کے یادگار ہونے کے بارہ میں پیش گوئی کی۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سوانح فضل عمر جلد اوّل ص۶۵تا۶۸)

سو وہ وقت قریب آن پہنچا تھا کہ یہ بشارت مصلح موعود کی شکل میں پوری ہو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود ...... نے اس موعود کی پیدائش کے لئے عرصہ بھی معین کیا۔ فرمایا:

"ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی ۹ سال کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل ص۱۱۳)

اس پیش گوئی کی اشاعت کے ۳ سال بعد وہ موعود لڑکا ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء (۹ جمادی الاوّل ۱۳۰۶ھ) کو پیدا ہوا اور تفاؤل کے طور پر اس قوی امید کے ساتھ کہ یہ وہی بچہ ثابت ہوگا جس کا وعدہ دیا گیا تھا اس کا نام بشیرالدین محمود احمد رکھا گیا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل ص۱۹۱)

کچھ عرصہ بعد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر یہ امر واضح کر دیا گیا کہ پیش گوئی مصلح موعود کے مصداق سیدنا محمود ہی ہیں۔ چنانچہ حضور سراج منیر میں فرماتے ہیں۔

"پانچویں پیش گوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں۔ اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی

کی معیاد کے اندر پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔"
(مراح منیر صـ۳۴)

سیدنا حضرت مولانا نورالدین صاحب نوراللہ مرقدہٗ بھی سیدنا محمود کو ہی مصلح موعود سمجھتے تھے چنانچہ آپ کی وفات سے چھ ماہ پہلے جب حضرت پیر منظور محمد صاحب نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ

" مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات پڑھ کر پتہ چل گیا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں۔" تو حضور نے فرمایا:۔

" ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔"
(رسالہ پسر موعود صـ۲۸)

اسی طرح جماعت کے دوسرے اہل علم اصحاب بھی حضور کو ہی اس پیش گوئی کا مصداق قرار دیتے رہے یہاں تک کہ جنوری ۱۹۴۴ء کے دوسرے ہفتے میں حضور کو ایک رویاء کے ذریعہ بتایا گیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں چنانچہ آپ نے لاہور کے ایک جلسہ میں یہ پرشوکت حلفیہ اعلان فرمایا۔

" آج میں اس جلسہ میں اس خدائے واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان پر یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ (دین حق) دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔"
(الفضل ۱۸ فروری ۱۹۵۸ء)

یہ صرف ایک دعویٰ نہیں ایک زندہ حقیقت ہے جس کو خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت نے آشکارا کیا ہے کہ فی الواقع آپ ہی مصلح موعود تھے۔ اس پیش گوئی کی غرض و غایت کو پورا کرنے والے تھے۔ جو خدا تعالیٰ نے خود بیان فرمائی ہے۔ یعنی

۱۔ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت سے نجات پائیں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آئیں۔
۲۔ تا دین (حق) کا شرف ظاہر ہو اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔
۳۔ تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔
۴۔ تا لوگ سمجھیں کہ خدا قادر ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
۵۔ تا وہ یقین لائیں کہ خدا تعالیٰ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ساتھ ہے
۶۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور اس کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے۔
۷۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

ان اغراض کو پورا کرنے والے موعود کی ۵۲ علامات پیش گوئی مصلح موعود میں بیان کی گئی ہیں۔ جو ساری کی ساری حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی ذات میں پوری ہوتی ہیں۔

آپ ۲۵ سال کے تھے جب آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دوسرے جانشین مقرر ہوئے۔ ۵۲ سال کا طویل عرصہ دین کی خدمت کر کے ۱۹۶۵ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کے دل و دماغ عمر بھر احمدیت کے چہرے کی چمک دمک کو بڑھانے اور اسی کی رعنائی و دلفریبی میں اضافہ کرنے میں کوشاں رہے۔

"حق کے اس جاں نثار نے دین کے پرستاروں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے دلوں میں خدمتِ دین متین کی ایسی شمعیں روشن کیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک نورِ حق کی تنویر لازوال پھیل گئی۔ اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں سے لے کر یورپ و امریکہ کے رفیع الشان ایوانوں تک احمدیت کے براہین قاطعہ کی عظمت اور ہیبت چھاگئی"

آپ نے دنیا کے کونے کونے میں تبلیغی مشن قائم کئے اور دنیا کے کناروں تک شہرت پائی۔ آپ نے محکوم قوموں کی آزادی کے لئے کامیاب جدوجہد کی اور اسیروں کی رستگاری کا موجب بنے

آپ ماہر نفسیات اور سلطان البیان تھے۔ آپکا وجود رضائے خداوندی کے عطر سے ممسوح وجود تھا۔ آپ ایک جیدار اور باعمل جلیل القدر فرزندِ احمدیت تھے۔ اور عشق محمدؐ میں مست ہو کر دنیا کو اس شمع کا پروانہ بناتے رہے۔ آپ ایک عظیم نکتہ رس اور نکتہ پرور رہنما تھے۔ آپ ملک روحانیت کے شاہسوار تھے قوم احمد کے غمگسار تھے۔ انسانیت کے دردمند تھے۔ اور سچائی کے فتح نصیب جرنیل تھے جن کی عظمتوں کا اعتراف خود آپ کے شدید مخالفین نے کیا ہے۔

آپ کے ذریعہ دنیا پر کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوا۔ اللہ نے آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے پُر کر دیا تھا۔ آپ نے قرآن کریم کی بے نظیر تفسیر رقم فرمائی جو الٰہیات کی دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ خدا کا قرب اور اس کا سایہ ہر دم آپ کے سر پر تھا۔ آپ کی دعائیں بارگاہِ الوہیت میں باریاب تھیں۔

آپ کسی یونیورسٹی کے فارغ التحصیل نہ تھے۔ کسی قسم کے نصابی علم کی کوئی سند آپ کے پاس نہ تھی۔ مگر خدائے ذوالجلال نے آپ کو ایسا علم لدنی عطا فرمایا تھا اور اپنے کلام پاک کے رموز و معانی سمجھنے اور سمجھانے کی ایسی معرفت اور صلاحیتیں عطا کی تھیں کہ آپ دنیا بھر کے علوم و فنون سے متعلق سوالات کے جواب دینے اور دنیا جہان کے علمی، سیاسی اور اقتصادی الجھنوں کے حل قرآن کریم سے پیش کرنے پر قادر تھے۔ آپ نے بار بار دنیا کو تفسیر قرآنی میں مقابلہ کا چیلنج دیا مگر کسی کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

الغرض دنیا کے کناروں تک آپ نے حق کا ڈنکا بجایا اور آسمانی نور پھیلایا۔ آپ کو خدا نے کثرت سے غیب کی خبریں دیں جو پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔

آپ کے عظیم الشان مقام کا جب خدا نے آپ پر انکشاف فرمایا تو آپ نے دنیا میں اعلان کیا کہ میرے لازوال کارناموں کی بدولت میرا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ آپ فرماتے ہیں :-

"میرا نام دنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا۔

اور ہر شخص جو میرے مقابلہ میں کھڑا ہوگا
وہ خدا کے فضل سے ناکام رہے گا۔"
(تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۱۱۴)

پھر فرمایا :-

" خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں
اور اتباع کے ذریعہ سے اس پیش گوئی کی
صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے (دین حق)
کی عزت کو قائم کرے گا۔ اور اس وقت تک
دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک (دین حق)
پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ
ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا
جائے۔ (الموعود صفحہ ۲۱۲)

حضرت مسیح موعود کی اس پیش گوئی کے پورا ہونے
کی تصدیق غیروں نے بھی کی ہے۔ اس ضمن میں بطور مثال
صرف دو شہادتیں درج کی جاتی ہیں۔

پہلی شہادت

ایک معزز غیر احمدی عالم مولوی
سمیع اللہ خاں صاحب فاروقی
نے قیام پاکستان سے قبل "اظہار حق" کے عنوان سے
ایک ٹریکٹ میں لکھا " آپ (یعنی حضرت مسیح موعود
کو۔ ناقل) اطلاع ملتی ہے کہ "میں تیری ہی ذریت سے
ایک شخص کو قائم کروں گا اور اس کو اپنے قرب اور
وحی سے مخصوص کروں گا اور اس کے ذریعہ سے حق
ترقی کرے گا اور بہت سے لوگ سچائی قبول کرینگے"۔

اس پیش گوئی کو پڑھو اور بار بار پڑھو اور پھر
ایمان سے کہو کہ کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ جس
وقت یہ پیشگوئی کی گئی ہے اس وقت موجودہ خلیفہ
ابھی "بچے" ہی تھے اور مرزا صاحب کی جانب سے انہیں
خلیفہ مقرر کرانے کے لئے کسی قسم کی وصیت بھی نہ کی
گئی تھی بلکہ خلافت کا انتخاب رائے عامہ پر چھوڑ
دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس وقت اکثریت نے حکیم نورالدین
صاحب کو خلیفہ تسلیم کر لیا جس پر مخالفین نے محولہ صدر
پیش گوئی کا مذاق بھی اڑایا لیکن حکیم صاحب کی وفات
کے بعد مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ مقرر ہوئے اور یہ
حقیقت ہے کہ آپ کے زمانہ میں احمدیت نے جس قدر
ترقی کی وہ حیرت انگیز ہے۔

خود مرزا صاحب کے وقت میں احمدیوں کی تعداد
بہت تھوڑی تھی خلیفہ نورالدین صاحب کے وقت میں
بھی خاص ترقی نہ ہوئی تھی لیکن موجودہ خلیفہ کے وقت
میں مرزائیت قریباً دنیا کے ہر خطہ تک پہنچ گئی اور حالات
یہ بتلاتے ہیں کہ آئندہ مردم شماری میں مرزائیوں کی تعداد
۱۹۳۱ء کی نسبت دگنی سے بھی زیادہ ہوگی بحالیکہ اس
عہد میں مخالفین کی جانب سے مرزائیت کے استیصال کے
لئے جس قدر منظم کوششیں ہوئی ہیں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں۔
الغرض آپ کی ذریت میں سے ایک شخص پیشگوئی
کے مطابق جماعت کے لئے قائم کیا گیا اور اس کے ذریعہ
جماعت کو حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا
ہے کہ مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی من وعن پوری ہوئی"۔

دوسری شہادت

ہندوستان کے ایک غیر مسلم
سکھ صحافی ارجن سنگھ ایڈیٹر
"رنگین" امرتسر نے تسلیم کیا کہ "مرزا صاحب نے ۱۹۰۱ء
میں جبکہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجودہ خلیفہ
ابھی بچہ ہی تھے یہ پیش گوئی کی تھی کہ

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

یہ پیش گوئی بے شک حیرت پیدا کرنے والی ہے۔
۱۹۰۱ء میں نہ میرزا بشیر الدین محمود کوئی بڑے عالم و فاضل تھے اور نہ آپ کی سیاسی قابلیت کے جوہر کھلے تھے اس وقت یہ کہنا کہ تیرا ایک بیٹا ایسا اور ایسا ہوگا ضرور کسی روحانی قوت کی دلیل ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ میرزا صاحب نے ایک دعویٰ کر کے گدی کی بنیاد رکھ دی تھی اس لئے آپکو یہ گمان ہو سکتا تھا کہ میرے بعد میری جانشینی کا سہرا میرے لڑکے کے سر پر رہے گا لیکن یہ خیال باطل ہے اس لئے کہ میرزا صاحب نے خلافت کی یہ شرط نہیں رکھی کہ وہ ضرور مرزا صاحب کے خاندان سے اور آپکی اولاد سے ہو۔ چنانچہ خلیفہ اوّل ایک ایسے صاحب ہوئے جن کا میرزا صاحب کے خاندان سے کوئی واسطہ نہ تھا پھر بہت ممکن تھا کہ مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اوّل کے بعد بھی کوئی اور صاحب خلیفہ ہو جاتے۔ چنانچہ اس موقعہ پر بھی مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور خلافت کے لئے امیدوار تھے لیکن اکثریت نے میرزا بشیر الدین صاحب کا ساتھ دیا اور اس طرح آپ خلیفہ مقرر ہو گئے۔
اب سوال یہ ہے کہ اگر بڑے میرزا صاحب کے اندر کوئی روحانی قوت کام نہ کر رہی تھی تو پھر آخر آپ یہ کس طرح جان گئے کہ میرا ایک بیٹا ایسا ہوگا۔ جس وقت میرزا صاحب نے مندرجہ بالا اعلان کیا ہے اس وقت آپ کے تین بیٹے تھے آپ تینوں کے لئے دعائیں بھی کرتے تھے لیکن پیش گوئی صرف ایک کے متعلق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک فی الواقع ایسا ثابت ہوا ہے کہ اس نے ایک عالم میں تغیر پیدا کر دیا ہے۔"

(رسالہ خلیفہ قادیان ص۸۷ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۲ ص۱۱۰ تا ص۱۱۲)

اے فضلِ عمر!

{جناب چوہدری عبدالسلام صاحب اختر مرحوم}

اس دہر کا ہر پیر و جواں یاد کریگا
اے فضلِ عمر تجھ کو جہاں یاد کریگا
پائے گا وہ خود اپنی زباں میں ہی لطافت
جو بھی تیرا اندازِ بیاں یاد کریگا
اے صاحبِ اعجازِ قلم تجھ کو یہ عالم
جب تک ہے لہو دل میں رواں یاد کریگا
ہر اہلِ سخن، اہلِ نظر، اہلِ تفکر
حسنِ نظر و فکر و بیاں یاد کریگا
اے کوہ وقار! عظمتِ انساں کے پیکر
عظمت کو تیری کوہ گراں یاد کریگا
القصہ تیرے فیض تیرے جود و کرم کو
جو شخص جہاں ہوگا وہاں یاد کریگا

ہر احمدی مصلح موعود کی صفات اپنے اندر پیدا کرے

(حضرت امام جماعت احمدیہ کا خطاب)

مصلح موعود کی پیشگوئی پر ۱۹۸۶ء میں سو سال پورے ہو گئے ہیں اس موقع پر ۲۳ فروری ۱۹۸۶ء کو لندن میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس سے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے بھی خطاب فرمایا حضور کے خطاب کے چند اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔

"امر واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ اس پیشگوئی میں بیان فرمایا گیا ہے کثرت کے ساتھ دنیا روحانی نشانات کی محتاج ہے اور حضرت مصلح موعود کو خدا نے اس پیشگوئی کی تعبیر میں جو مزید باتیں سمجھائیں ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا جب بھی شرک اور دنیا پرستی میں ڈوبے گی دنیا خدا سے یہ تقاضا کریگی کہ ہمیں اور مصلح موعود عطا فرما، پس اس پہلو سے ساری دنیا کی اصلاح کے لئے ہر احمدی کو مصلح موعود بننے کی تمنا رکھنی چاہیئے۔"

"آج دنیا کا کونہ کونہ مصلح موعود کا تقاضا کر رہا ہے۔ اور ہمارا رب کی یہ دنیا ہے۔ اس میں اگر تمام احمدی بھی مصلح موعود کی صفات سے مرصّع ہوں تب بھی ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ اس دنیا کی ضرورت کے لحاظ سے بہت زیادہ مصلح اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اصلاح کی بھی کوئی حد نہیں ہوا کرتی"۔

"اس دنیا کی اصلاح کیلئے بکثرت احمدیوں کی ضرورت ہے جو مصلح موعود کی صفات سے آراستہ ہوں جو ان تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں جو مصلح موعود کو عطا کئے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود کو خدا تعالیٰ نے یہ مضمون ایک رویا کے ذریعے سمجھایا۔ جب آپ کو تیز رفتاری کے ساتھ دوڑتا ہوا دکھایا گیا تو اکیلے دوڑتا ہوا نہیں دکھایا گیا بلکہ بتایا گیا کہ ایک جماعت تیرے پیچھے اسی تیز رفتاری کے ساتھ دوڑ رہی ہے مگر وہ جماعت پیچھے رہتی چلی جا رہی ہے اور فاصلے دونوں کے درمیان بڑھتے جا رہے ہیں یہاں تک کہ مصلح موعود ایسی تیز رفتاری کے ساتھ اس موعود مقام تک پہنچتے ہیں کہ وہ ساتھی جو پیچھے پیچھے بھاگ رہے تھے وہ بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔

اس پیشگوئی میں جہاں مصلح موعود کے لئے ایک خوشخبری بھی تھی وہاں ایک انذار کا پہلو بھی ہے اور جہاں انذار کا پہلو بھی ہے وہاں توجہ اور امید کا پہلو بھی ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جماعتی دوڑ تو ہمیشہ جاری رہے گی۔ تم مصلح موعود کے

تصور کے پیچھے ہمیشہ دوڑتے رہو اور اپنی رفتار کو تیز تر کرو اور یہ فیصلہ کرو اور خدا سے یہ دعا کرو کہ وہ تمہاری رفتار کو اتنا تیز کر دے کہ تم بھی اس مقام کو پالو جس کی طرف مصلح موعود آگے بڑھ گئے ہیں۔

پس جب میں کہتا ہوں کہ آج لکھوکھہا مصلح موعود کی ضرورت ہے تو میں فرضی یا جذباتی باتیں نہیں کہہ رہا الہامات اور رویا پر مبنی حقائق منکشف کر رہا ہوں۔ آپ میں سے ہر ایک کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ان صفات کی طرف آگے بڑھنا ہے جن صفات کا ذکر پیشگوئی مصلح موعود میں موجود ہے"۔

"پس جب میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ مصلح موعود بنیں اور آپ کے بڑے بھی مصلح موعود بنیں اور چھوٹے بھی مصلح موعود بنیں۔ آپ کے مرد بھی مصلح موعود بنیں اور آپ کی عورتیں بھی مصلح موعود بنیں تو میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ بلند مراتب کی تمنا کریں بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان صفات کی اپنے رب سے بھیک مانگیں جو صفات آج کے زمانہ کے انسان کے احیائے نو کیلئے ضروری ہیں ..... ان صفات کے حصول کے بغیر آج دنیا کی اصلاح ممکن نہیں۔ آج ممکن نہیں ہے کہ (دینِ حق) دنیا پر غالب آجائے اور (احمدیت) کا حسن دنیا پر غالب آجائے جب تک آپ اپنی ذات میں (دینِ حق) کو غالب نہ کریں اور اپنی ذات میں (دین حق) کے حسن کے جلوے نہ دکھائیں۔

اس پہلو سے آپ مصلح موعود بننے کی کوشش کریں اور پھر جتنی جتنی خدا تعالیٰ توفیق عطا فرماتا چلا جائے اتنا زیادہ خدا کے حضور جھکتے چلے جائیں"۔

حضرت المصلح الموعود کی شخصیت

یہ مضمون سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود کی وفات پر رقم فرمایا تھا۔ جو ماہنامہ مصباح کے نومبر، دسمبر ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں نامکمل صورت میں شائع ہوا۔ مضمون کی افادیت کے پیش نظر اُسے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حضور کی شخصیت سے متعلق کچھ لکھنا اسلئے میرے لئے ایک مشکل امر ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ اس مضمون کا حق ادا کرنا میری بساط سے باہر ہے اپنے فہم اور بیان کی تمام قوتیں صرف کر دینے کے باوجود بھی میں حضور کے حسن کا احاطہ کرنے سے بُری طرح قاصر رہوں گا۔ پھر ابھی تو اپنے فہم و بیان کی ساری قوتیں بھی میرے اختیار میں نہیں۔ ابھی تو ذہن کی کیفیت کچھ ایسی ہی ہے جیسے بلندی سے گرنے کے بعد کسی کے اوسان پراگندہ ہو چکے ہوں۔ ایک کھویا کھویا سا نیم خوابیدگی کا عالم ہے۔ صدمہ کا احساس تو ہے مگر اس کی کمیت اور کیفیت کے بیان کی طاقت نہیں۔ مضمون شروع تو کر بیٹھا ہوں۔ لیکن اس کے کسی پہلو پر ہاتھ ڈالتے ہوئے جی سخت گھبرا رہا ہے۔ اور رک رک کر پُر درد احتجاج کرتا ہے جیسے کسی ناتواں کو طاقت سے بڑھ کر بوجھ اٹھانے کا حکم دے دیا گیا ہو۔

حضور کی زندگی میں بھی حضور کی شخصیت کا ایسا رعب دل پر طاری تھا کہ بسا اوقات پیش ہوتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی تھی۔ آج آپ کے وصال کے بعد آپ کی شخصیت کی یاد بھی ویسی ہی پُر رعب اور پُر شوکت ہے۔ ہمیشہ آپ کے قرب سے ایسا احساس ہوا کرتا تھا۔ جیسے ہمالہ کے دامن میں انسان کو اپنی بے بضاعتی اور بے حقیقتی کا احساس ہوتا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ زندگی بھر مجھے کسی دوسرے انسان کے سامنے کمزوری اور بے طاقتی کا ایسا احساس نہیں ہوا۔ بلکہ حضور کے سوا کسی انسان کی شخصیت بھی مجھ پر اس طرح تو کیا ایک ذرا بھی حاوی نہیں ہو سکی اور ہر دوسرا انسان مجھے اسی سطح پر کھڑا ہوا نظر آتا ہے جس سطح پر میں خود اس سے ہمکلام ہوتا ہوں لیکن جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں میرے مقرب بارگاہ الٰہی آقا کی شخصیت ایک استثنائی رعب اور نرالی شان اپنے اندر رکھتی تھی۔ وہ ہر انسان پر سایہ ڈالتی تھی مگر اس پر خدا کے سوا اور

کسی کا سایہ نہ تھا۔ وہ شخصیت محض ایک بلند و بالا چٹان کا رعب ہی نہیں بلکہ ایک شاداب جہان کی وسعت اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھی میں پھر اپنے خدا ہی کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ جس سے بہتر اس محبوب جان کی حقیقت سے کوئی واقف نہ تھا کہ ایسی ہمہ گیر صفات کے حامل انسان شاذ شاذ ہی دنیا کے پردے پر ابھرتے ہیں وہ ایک انسان نہیں ایک امت تھے۔ ایک پھول نہیں ایک گلدستۂ صفات حسنہ تھے۔ پورے چمن کی زینت آپ کی تنہا ذات میں مضمر تھی ہر گل کی بوسے خوش ہر کلی کی دلآویزی ہر لالہ کی رنگینی ہر سرو صنوبر کا وقار ہر نرگس و سوسن کا معصوم حسن ہر قمری کا لحن ہر بھنورے کی جستجو ہر مرغِ چمن کا سوز و ساز بہار کی شگفتگی بھی تھی۔ تو خزاں کی اداسی بھی۔ ہر صبح کی امید بھی تھی۔ تو ہر شام کا تفکر بھی۔ کاش مجھے قدرت ہو کہ میں اس پیارے وجود کے حسن و احسان کا ایک ایک جز و نکھار کر قارئین کے سامنے لا کھڑا کروں وہ وجود جس کے حسن نے مجھے گرویدہ اور جس کے احسان نے اسیر و بنا رکھا ہے۔ کاش رعبِ حسن کا یہ پردہ اب تو ہمارے درمیان حائل نہ رہے جبکہ وہ حسن نظارہ سوز ہی نظروں سے اوجھل ہو چکا۔

آپ ایک کوہِ وقار تھے۔ وفا کے پتلے۔ جرأت کا ایک نشان عدل و انصاف کے بے لاگ ترازو۔ لطیف احساسات کے آبگینے۔ سب زندہ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع۔ سب سے بڑھ کر حلیم غیور۔ ہمدرد شفیق و مہربان۔ قانع۔ متوکل۔ مہمان نواز۔ وسیع حوصلہ۔ وسیع خیال۔ مردم شناس۔ ہر صاحبِ فضیلت کا اکرام کرنے والے ہر تہی دست پر لطف و عنایت کی نظر رکھنے والے صاحبِ لطافت و ظرافت۔ نجیب و نظیف۔ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ایک باکمال ادیب اور بلند پایہ شاعر ایک ماہر فن طبیب تجربہ کار ہومیو پیتھ ایک عظیم مصنف۔ ایک بے بدل مقرر۔ ایک لاجواب منتظم مورخ مدبر۔ مفکر عالمی سیاست کا گہرا ادراک رکھنے والے صاحبِ جاہ و جلال مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاء۔

آپ کی جو صفات میں نے بیان کی ہیں۔ ان میں ذرہ بھر بھی مبالغے سے کام نہیں لیا۔ بلکہ حق یہ ہے کہ حضور کی عظیم شخصیت کے کتنے ہی پہلو اس وقت ضبط تحریر میں آنے سے رہ گئے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً ذہن میں کسی نہ کسی تعلق میں ابھرتے رہیں گے۔ پھر ایسے بھی تو کتنے پہلو ہیں جس سے میں خود ناآشنا ہوں اور کئی دوسرے نظارہ کرنے والے ان پر روشنی ڈالیں گے۔ مبالغہ کیسا میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایسے پیارے وجود دنیا میں کم آتے ہیں۔ ذرا جاؤ اور چراغ لے کر ڈھونڈو۔ بستی بستی قریہ قریہ چھان مارو صفاتِ حسنہ میں تمہیں ایک بھی ایسا قد آور جوان نظر نہ آئے گا۔ دنیا کو اخلاقیات کا درس دینے والے بڑے بڑے سورما تو اس کے ٹخنوں تک بھی نہیں پہنچتے۔ سید ولدِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غلام آسمان کے تلے اکیلا تھا آقائے عربی کے حسن و احسان کا یہ خوشہ چین اپنے وقت کے ہر دوسرے انسان پر بازی لے گیا۔ احمد قادیانی کی دعاؤں کا یہ کرشمہ حسن و احسان میں خود اسی کی نظیر بنا۔ اخلاقیات کا یہ بطل جلیل وقت رستمِ زماں ٹھہرا۔ اس کے جوڑ کا اور کوئی پہلوان زندگی بھر اس کے مقابل نہ آیا کیونکہ اسکے جوڑ کے کسی اور پہلوان کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ وہ اوّل سے آخر تک اوّل رہا اور آخر جب اس کی رخصت کا وقت آیا تو لاکھوں دلوں کو حزیں چھوڑ کر وہ اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی اٹھا لیا گیا۔ آؤ دیکھو کہ ربوہ کی بستی اس کے بغیر کتنی سونی پڑی ہے۔

اور کل عالم کے عارف کیسے اداس ہیں۔ خلافت احمدیہ زندہ و پائندہ رہے گی۔ ایک (امام) برحق کے بعد دوسرا (امام) برحق اس کی جگہ لے گا۔ بڑی بڑی شان کے خدا رسیدہ امام آئیں گے اور احمدیت کا قافلہ ہر قدم پر نئی شان اور نئی شوکت سمیٹتا ہوا صراط مستقیم پر قدم بڑھاتا جائے گا۔ مگر نسلیں ترسیں گی اس ایک (امام) کے زمانے کو جو مصلح موعود کی بلند تر مسند پر رونق افروز ہوا۔ ایسے (امام) آئیں گے جن کی سلطنت شرق سے غرب تک ممتد ہو گی۔ لیکن مصلح موعود کی مصاحبت کو وہ اپنے بلند مرتبے پر ترجیح دیں گے اور رتبے میں ان کے چند غلاموں کو اپنے سے کہیں بہتر جانیں گے۔ کیوں نہ ہو کہ وہ تابندہ و درخشندہ (امام) بے مثل ستاروں کے جھرمٹ میں تھا۔ وہ جس کے اجالے کے گرد ..... پروانہ وار گھومتے رہے اور وہ جس کی اطاعت کا جوا پہنے "وہ بادشاہ آیا" جس کو غلام رسول عبدالرحیم محمد صادق اور شیر علی سے مصاحب عطا ہوئے جس کے سامنے روشن علی سرور شاہ اور اسحٰق نے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ وہ جس کے ہاتھوں نے جلال الدین اور ابوالعطاء جیسے مجاہدین (احمدیت) تیار کئے اللہ اللہ (دینِ حق) کے احیائے نو کا یہ روشن دور تاریخ کے پردوں میں چھپا جاتا ہے!! وقت کا نہ تھمنے والا پہیہ انسانی سود و زیاں سے بے نیاز شب و روز یکساں گردش میں ہے۔ سنو سنو۔ انسان کے قدموں تلے سے نکلتی ہوئی زمین کا یہ راگ سنو اور کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کی صدائے پُر درد پر کان دھرو جو قبروں سے اٹی ہوئی زمین کی خونچکاں چھاتی سے بلند ہو رہی ہے اور اے فانی انسانوں کی فانی نسلو! بس اسی بھیجنے والے اور اسی بلانے والے کے چہرے سے پیار کرو جو رب العزت اور ذوالجلال والاکرام ہے اس جسمانی دنیا سے سب مٹ جائیں گے۔ لیکن وہ ہمیشہ ہمیش باقی رہے گا اور اُخروی عالم میں بھی ہمیشگی کی زندگی پانے والوں کا بس وہی ایک سہارا و منبع وہی ملجا اور وہی ماوٰی ہو گا۔

آج حضور کی عظیم شخصیت کے بعض ذاتی پہلوؤں سے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں گو آپ کی ذات کو آپ کے عظیم جماعتی اور قومی منصب۔ جماعتی۔ ملکی اور قومی خدمات سے کلیتہً الگ نہیں کیا جا سکتا نہ ہی ممکن ہے کہ آپ کی صفات کی کوئی ایسی تصویر اتاری جائے جس میں یہ نسبتیں اور یہ تذکرے نہ ملیں تاہم میرا مقصد اس وقت حضور کے عہدِ (امامت) کے شاندار کارناموں یا ملکی و قومی اور انسانی خدمات کے بارہ میں کچھ لکھنا نہیں بلکہ ان صفات و عادات کی تصویر کشی کرنا ہے جنہیں عظیم الشان قوت کے ساتھ تسخیر کر کے آپ نے (دین) ملک۔ قوم اور بنی نوع انسان کی خدمت پر مامور کر رکھا تھا۔

آپ کا رنگ کھلا ہوا گندمی اور چہرہ مردانہ حسن کا مرقع تھا۔ کشادہ پیشانی ستواں ناک۔ روشن بڑی بڑی آنکھیں جو عموماً نیم باز رہتی تھیں۔ لیکن گرد و پیش کے ہر اونچ نیچ ہر حرکت و سکون سے پوری طرح باخبر ہوتی تھیں۔ جب آنکھ اٹھا کر بھرپور نگاہ سے دیکھتے تھے تو وہ پُر تاثیر نظر بے روک ٹوک دل کی گہرائی تک اُتر جاتی تھی ایسے مواقع پر بسا اوقات ایسا احساس ہوتا تھا۔ جیسے اندھیرے میں راستہ چلتے اچانک کسی ٹارچ کی بھرپور روشنی چہرہ پر آپڑے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دل کے سب چھوٹے چھوٹے راز اس روشنی کے نیچے ننگے ہو رہے ہیں لیکن اس سے پرے کون کیا دیکھ رہا ہے اس کا علم کچھ نہیں۔ میرے لئے اس کیفیت کا بیان مشکل ہے۔ مگر ہر

صاحب تجربہ جسے حضور نے ان بھرپور متلاشی نظروں سے دیکھا ہوا ہے اس کی کنہ سے خوب خوب واقف ہے۔

عموماً آپ بات بے روک ٹوک کرتے تھے۔ میں نے کبھی آپ کو چبا تے ہوئے نہیں دیکھا۔ روزمرہ کی گفتگو میں بھی تقریر کی سی روانی تھی۔ زبان صاف شستہ۔ اور شگفتہ تھی۔ آواز تمام مردانہ صفات سے آراستہ اور پرجذب وکشش تھی۔ گفتگو میں تیزی کے وقت بھی بے دقراپن کبھی نہیں آیا اور کبھی لہجہ میں افراتفری نہیں پائی گئی۔ چہرے کے آثار جذبات اور گفتگو کا پورا پورا ساتھ دیتے تھے۔ اور اس گفتگو کے وقت چہرہ ویسا ہی اداس اور پُرمزاح کلام کے وقت ویسا ہی شگفتہ ہو جاتا تھا۔ چہرے کے اس بے لاگ اظہار میں کبھی میں نے تکلف کا شائبہ تک نہیں دیکھا۔ اس چہرے پر غصہ بھی سجتا تھا۔ غم بھی سجتا تھا۔ خوشی بھی سجتی تھی۔ شدید ترین غصے کی حالت میں بھی میں نے اس کے نقوش کو بگڑتے نہیں دیکھا۔ ہاں سورج کی طرح وہ تابناک ضرور ہو جاتا تھا۔ غم کے اثرات آپ کے چہرے کو بے رونق نہیں بلکہ عجیب پُرسوز و گداز بنا دیتے تھے جس کا نظارہ دیکھنے والے دل کو پگھلاتا تھا۔ خوشی کے موقع پر چہرے کی تازگی اور شگفتگی نظر کو خیرہ کرتی اور سینے کو مسرت سے بھر دیتی تھی۔

آپ کا قد درمیانہ چھاتی چوڑی اور جسم بھرا ہوا اور مضبوط تھا۔ رفتار تیز تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے احادیث نبوی میں سرور دو عالم حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار کے بارہ میں جو آتا ہے حضور بھی اسی سنت کی پیروی فرما رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے رفقاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود بھی اسی تیز رفتاری کے ساتھ چلا کرتے تھے۔

حضور کی رفتار نہایت باوقار ہونے کے باوجود اس قدر تیز تھی کہ عام آدمی دوڑ دوڑ کر ساتھ رہنے کی کوشش کرتے تھے بخصوصاً قادیان کے زمانہ میں جلسہ سالانہ یا مشاورت کے موقع پر کسی اجلاس کے اختتام پر حضور اور آپ کے عقب میں دوڑتے گرتے پڑتے خدام کے قافلے کا منظر آج بھی نظروں کے سامنے آتا ہے تو پیارا بھی بہت لگتا ہے اور پُردرد بھی۔ ہر پیاری چیز کا یہی حال ہوتا ہے۔ جتنی لذت وہ وصال کی گھڑیوں میں عطا کرتی ہے اسی قدر بلکہ اس سے زیادہ ہجر کے اوقات میں دل و جگر سے نچوڑ لیتی ہے قرب کے لمحات کی یاد کا بھی یہی عالم ہے کہ مٹھاس کیسا درد بھی اسی قدر رکھتی ہے اور مجموعہ خیر و شر ایک ہی رہتا ہے۔ کارخانۂ قدرت کچھ اسی طرح پر چلایا گیا ہے اور ہم کیا کائنات کا ذرہ ذرہ سر اطاعت خم کئے اس کی رضا پر راضی ہے۔

حضور کے عالیشان کارناموں اور حسین صفات کے ظہور کی تاریخ تو آپ کے مسند امامت پر رونق افروز ہونے سے بھی بہت قبل شروع ہو چکی تھی۔ میں نے اپنی عمر کے مطابق جو محدود حصہ پایا۔ اس کی ابتداء بہت بچپن کی یادوں سے شروع ہوتی ہے جو ٹکڑوں ٹکڑوں میں بکھری پڑی ہیں بچہ انہی امور کو یاد رکھتا ہے جو اس کی ان دلچسپیوں سے تعلق رکھتی ہوں۔ پس ان دنوں کی میری یاد حضور کی شخصیت کی عظمت پر تو کوئی روشنی نہ ڈال سکیگی ہاں اپنے بچوں سے آپ کے سلوک اور اس زمانے کے حضور کے گھر کے ماحول کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جائے گا۔

حضور کی ساری زندگی اتنی مصروف کٹی کہ بچوں

کو حضور کی صحبت ویسی میسر نہیں آسکتی تھی جیسی عموماً بچوں کو اپنے باپ کی میسر آتی ہے۔ حضور کی مصروفیت پر متنزاد یہ تھا کہ ہمارے چار مائیں تھیں اور جو وقت حضور کو گھر کے لئے میسر آتا تھا۔ اس کا چوتھائی ہر گھر کو ملتا تھا۔ پس زیادہ تر ہمارا ملاپ چوتھے روز ہوتا تھا اور وہ بھی اکثر کھانے کے موقع پر۔ کھانا ہم اکٹھے کھاتے تھے اور بچوں کی طرف سے اس بات کا خاص اہتمام ہوتا تھا کہ وہ کسی کھانے یا ناشتے سے غیر حاضر نہ ہوں۔ اپنے ابا جان کو اتنے دنوں کے بعد ملنے کے وافر شوق میں کچھ یہ بچگانہ کشش بھی شامل ہو جاتی تھی کہ مائیں اس روز عام دنوں کی نسبت بہتر کھانا پکاتی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ باورچن سے پکوانے کی بجائے حتی المقدور خود پکانے کی کوشش کرتی تھیں۔ جس سے عام کھانے کی لذت میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو جاتا تھا۔ حضور نے اپنے گھر میں سادگی اور کفایت پر ہمیشہ اس سختی سے زور دیا کہ جب میں کہتا ہوں کہ عام دنوں سے اچھا کھانا تو مراد یہ نہیں کہ غیر معمولی طور پر امیرانہ کھانا ہوتا تھا۔ آج کل متوسط طبقہ کے گھرانوں میں جو کھانا روزمرہ کھایا جاتا ہے وہ چوتھے روز کا کھانا اس سے کچھ بہتر نہ ہوتا تھا۔ بلکہ میں کہوں گا کہ حضور کے اپنے بچوں کے گھر میں آج کل جو کھانا روزمرہ پکتا ہے اس کا معیار بھی اس استثنائی کھانے کے معیار سے کسی طرح کم نہیں بلکہ زیادہ ہی ہو گا۔ بہرحال اس روز بچے خاص طور پر کچھ تو ابا جان کی مجلس کے ترسے ہوئے اور کچھ اس یقین پر کہ یہ مجلس ہر پہلو سے بڑی سود مند ثابت ہو گی بڑے اہتمام سے نسبتاً زیادہ صاف کپڑے پہن کر ہاتھ منہ صابن سے دھو چوکی یا دستر خوان کے قریب بیٹھے بڑی بے صبری سے ابا جان کی آمد کا انتظار کیا کرتے تھے۔
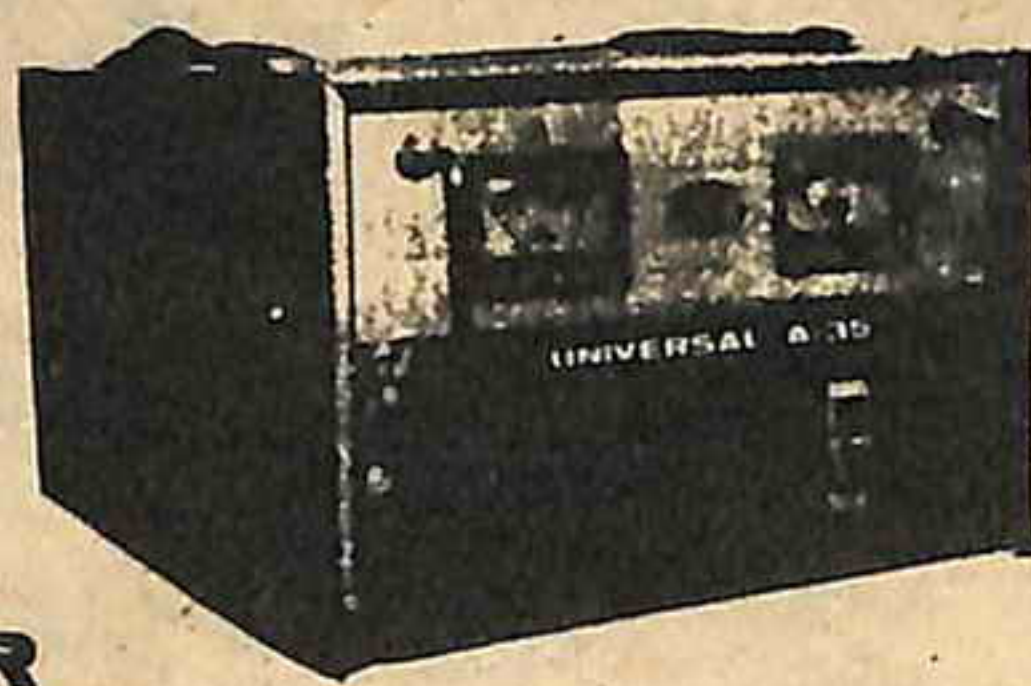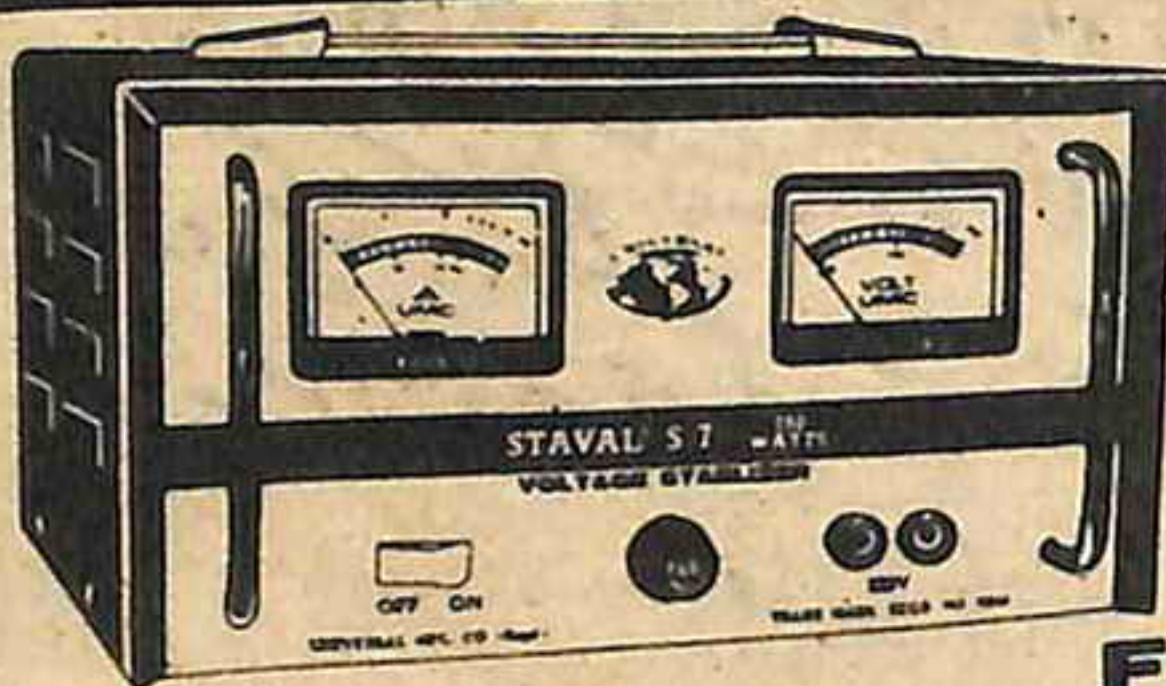
جناب مُبارک احمد عابدؔ

روحِ الم کا سلسلہ چودہ رجب کی رات
کتنے غموں کا سایہ تھی یہ بھی عجیب رات
تھیں جس سے باغِ حسنِ مقدّس کی رونقیں
وہ عندلیب لے گئی یہ غم نصیب رات

آنکھوں میں کانپتے ہوئے اشکوں کو ہے تلاش
ملتا نہیں ہے آج اسیروں کو رستگار
فتح نصیب جو رہا ہر گام پر سدا
صد حیف! چھپ گیا کہیں وہ مردِ کامگار

محمود جو کہ علم و عمل کا تھا قافلہ
وہ قافلہ بھی موت کی وادی میں کھو گیا
وہ نکتہ سنج گفتگو وہ شاہِ خوش بیاں
اے موت تیری گود میں چپکے سے سو گیا

جاں تک نثار کر گیا تو دین کے لئے
بھولے گا یہ جہاں نہ کبھی تیرے نام کو
عابدؔ لہو سے اپنے جلائے گا اب چراغ
پورا کرے گا ہر طرح وہ تیرے کام کو

ذیشان قمر

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا دن تاریخ احمدیت میں ایک یادگار اور ناقابلِ فراموش دن ہے۔ یہ حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ کی ان دعاؤں کی قبولیت کا دن ہے جو آپ نے اپنے مولیٰ کریم کے حضور کیں۔ اور یہ دن وہ عظیم الشان دن ہے جس دن آپ نے خدا تعالیٰ سے خوشخبری پاکر دنیا میں اعلان کیا کہ خدا تعالیٰ مجھے ایک ایسا عظیم الشان لڑکا دیگا جو بیشمار خصوصیات کا حامل ہوگا

یہ وہ زمانہ تھا جب چاروں طرف سے آپ پر کفر کے فتوے لگ رہے تھے اور یہ کہا جا رہا تھا کہ اسکی آواز کو قادیان سے باہر نہیں نکلنے دیا جائیگا۔ اور اڑھائی تین سال کے اندر اندر اس کا کام تمام ہو جائیگا اور یہ ایسا نابود ہوگا کہ کوئی نام لیوا اسکا باقی نہیں رہیگا۔ ان حالات میں خدا تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی کہ میں تجھے ایسا بیٹا دونگا جو "زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا اور "علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائیگا"۔

ابتدائی تعلیمی حالات

۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہونے والا یہ بچہ حضرت بانی سلسلہ کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت بننے والا تھا اور آپ کے سلسلہ کی ترقی میں ایک عظیم الشان کردار ادا کرنیوالا تھا۔ اس لئے عقلاً یہ بچہ اس بات کا مستحق تھا کہ اس کی تعلیم کا اعلیٰ سے اعلیٰ اور اچھے سے اچھا اور نہایت شاندار انتظام کیا جائے۔ اور اسکی صحت کی طرف غیر معمولی توجہ دی جائے مگر یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ وہ ان باتوں سے کلیتہً ناآشنا ہے بلکہ وہ نہایت ہی نحیف و ناتواں، کمزور اور بیمار ہے اور اس کی آنکھوں میں ککرے ہے۔ جگر کی خرابی۔ عظم طحال کی شکایت ہے۔ اسی لئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے آپ کے اساتذہ کو حکم دے دیا تھا کہ پڑھائی اسکی مرضی کے مطابق ہوگی۔ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو زور نہ دیا جائے کیونکہ اسکی صحت اس قابل نہیں کہ یہ پڑھائی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ بلکہ ایک دفعہ جب ایک استاد صاحب نے یہ شکایت کی کہ یہ پڑھائی کیطرف توجہ نہیں دیتا تو فرمایا۔

"مجھے آپ کی بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کبھی کبھی مدرسے چلا جاتا ہے ورنہ میرے نزدیک تو اسکی صحت اس قابل نہیں کہ پڑھائی کر سکے"۔ (الموعود ص)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود فرماتے ہیں۔ "میں نے اس نرمی سے اور بھی فائدہ اٹھانا شروع کر دیا اور پھر مدرسے جانا چھوڑ دیا۔ کبھی مہینہ میں ایک آدھ دفعہ چلا جاتا تو اور بات تھی"۔ یہ تو تھی آپ کی ابتدائی تعلیم کے لئے کوششیں۔ جس کی وجہ سے آپ ہر سال فیل ہوتے رہے اور میٹرک میں بھی سوائے اسلامیات اور عربی کے کسی اور مضمون میں پاس نہ ہو سکے۔ لیکن یہی وہ بچہ تھا

جس کے متعلق خدا نے کہا تھا کہ میں اسے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کروں گا۔ تو پھر اُسے کیا ضرورت تھی دنیوی تعلیمات کی۔ خدا نے آپ کو جس طرح علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا اس کا اظہار کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں :-

"وہ ظاہری و باطنی علوم سے پر کیا جائیگا اور خدا تعالیٰ اُسے آسمان سے اپنے علوم سکھائیگا اور فرشتے وہ علوم اُسے پڑھائیں گے جو دین کے لئے ضروری ہیں۔ میری حالت یہ تھی کہ میں انگریزی کی دو سطریں بھی صحیح نہیں لکھ سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود میری ایسی تربیت کی کہ ہر علم میں مجھے ملکہ عطا فرمایا اور ہر قسم کے علوم سکھائے۔"

(تقریر بمقام لدھیانہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۴ء)

ایک عجیب بات

عجیب بات ہے کہ وہ بچہ جسکا سارا بچپن بیماری کی حالت میں گزرا۔ اور وہ تعلیم کیطرف کوئی خاص توجہ نہ دے سکا۔ مگر یہ جلد از جلد بڑھنے والا بچہّ علم و ادب کے آسمان پر ایسا نیّر تاباں بنکر چمکا کہ ایک جہان کی نظریں چندھیا گئیں۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آپ ہر قسم کے علوم کا خزانہ بے بہا تھے۔ دنیا کے مختلف علوم پر نہ صرف گہری اور تنقیدی نظر رکھتے بلکہ ان کے جملہ نقائص و فوائد پر بھی پوری اطلاع رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے آپ پر علوم کے ایسے چشمے کھولے تھے کہ جس علم کا پیاسا بھی آپ کے پاس آتا وہ سیراب ہو کر جاتا۔ آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اس میں آپ کی گہرائی اور تبحر علمی پر غیر بھی ششدر و حیران رہ گئے وہ موضوع خواہ عمرانیات کا ہو یا سیاسیات کا۔ الٰہیات کا ہو یا نفسیات کا۔ اقتصادیات کا ہو یا معاشیات کا۔ علم تاریخ کا ہو یا علم جغرافیہ کا۔ علم تفسیر کا ہو یا علم حدیث کا۔ موازنہ مذہب ہو یا دنیا کا کوئی بھی علم۔ آپ نے اپنی تحریر و تقاریر۔ خطبات و تصانیف میں ان پر ایسی دلنشیں بحث کی ہے۔ اور ایسے بےمثال نکات بیان فرمائے ہیں کہ پڑھنے والا دنگ رہ جاتا ہے اور ماہرین علوم بے اختیار عش عش کر اٹھتے ہیں۔ یہ صرف منہ کی باتیں نہیں بلکہ حقیقت یہی ہے کہ آپ ہی وہ وجودِ باجود ہیں جنہیں علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا گیا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں علم قرآن کو لیتا ہوں۔

علم قرآن

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کا خاص علم بخشا اور آپ پر قرآن مجید کے بے شمار اسرار کھولے اور سینکڑوں مضامین سمجھائے۔ چنانچہ حضور کا ترجمہ قرآن و تفاسیر اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور جو شخص بھی یہ تراجم و تفاسیر پڑھیگا وہ بے اختیار پکار اُٹھے گا کہ واقعی ان میں وہ علوم پوشیدہ ہیں جو دنیا میں اور کسی انسانی کتاب میں نہیں پائے جاتے اور جنہیں کسی اور شخص نے بیان نہیں کیا۔ یہ سارے اسرار آپ کو خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کے تحت سکھائے جو فرمایا تھا "علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائیگا"۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں :-

"قرآن کریم کے سینکڑوں بلکہ ہزاروں مضامین ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے القاء اور الہام کے طور پر مجھے سمجھائے ہیں"۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ صہ ۴۸۳)

پھر آپ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھے رؤیا میں بتایا کہ مجھے اسکی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا کیا گیا ہے ... سو آج میں دعوے کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں بلکہ آج سے ۲۰، ۲۵ سال سے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ دنیا کا کوئی فلاسفر، دنیا کا کوئی پروفیسر، دنیا کا کوئی ایم اے۔ خواہ وہ ولائیت کا پاس شدہ ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کسی علم کا جاننے والا ہو۔ خواہ وہ فلسفہ کا ماہر ہو خواہ وہ منطق کا ماہر ہو۔

خواہ وہ دنیا کے کسی علم کا ماہر ہو۔ میرے سامنے اگر قرآن اور (دینِ حق) پر کوئی اعتراض کرے تو نہ صرف میں اس کے اعتراض کا جواب دے سکتا ہوں بلکہ خدا کے فضل سے اس کا ناطقہ بند کر سکتا ہوں۔ دنیا کا کوئی علم نہیں جس کے متعلق خدا تعالیٰ نے مجھ کو معلومات نہ بخشی ہوں۔" (الفضل ۱۹ فروری ۱۹۵۶ء)

آپ کے بیان کردہ قرآنی حقائق و معارف اور آپ کی غیر معمولی فراست اور تبحر علمی کا اقرار کرتے ہوئے مولانا نیاز فتح پوری لکھتے ہیں:۔

"حضرت کی تفسیر کبیر جلد سوم آجکل میرے سامنے ہے۔ میں اسے بڑی نگاہِ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعۂ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کا تبحرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہیں۔"

(ملاحظاتِ نیاز ص ۱۲۵)

دیگر روحانی علوم

خدا تعالیٰ کے عرفان، ذکر اور تعلق باللہ کے متعلق آپ کی جو تصانیف ہیں وہ معرفت کے قیمتی موتیوں سے مالا مال ہیں وہ ایسے دلنشیں اور خوش کن پیرائے میں تحریر کی گئی ہیں کہ پڑھنے والے پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور وہ یوں محسوس کرنے لگتا ہے۔ گویا وہ عالم سفلی سے نکل کر عالمِ علوی میں آگیا چنانچہ آپ کی تالیفات "عرفانِ الٰہی" "ذکرِ الٰہی" "تعلق باللہ" کا جو شخص بھی مطالعہ کریگا وہ ہماری ان باتوں کی تصدیق کرنے پر مجبور ہوگا۔

علم الاخلاق

پھر جب آپ نے اپنے فکر و تخیل کے گھوڑے کو علم الاخلاق کے وسیع میدان میں دوڑایا تو بڑے بڑے مفکرین آپ کی گرد کو بھی نہ پا سکے۔ اور وہ آپ کے مقابلہ میں محض طفلِ مکتب ہو کر رہ گئے۔ آپ نے اخلاقی مسائل کو بڑے خوبصورت اور دلفریب پیرایہ میں بیان کیا۔ اس موضوع پر آپ کی تصنیف "منہاج الطالبین" ایک لازوال تصنیف ہے۔

علم سیاست

علاوہ مذہبی راہنمائی کے اور علاوہ مذہبی علوم کے خدا تعالیٰ نے دنیوی علوم سے بھی آپ کو بہرہ ور کیا تھا چنانچہ اس پرآشوب دور میں جب ہندو مسلمانوں کو اقتصادی و معاشی نظام میں بری طرح ناکام کرنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کو ایک کمزور بھیڑ سمجھ کر بھیڑیوں کی مانند ان پر حملہ آور تھے۔ اسوقت آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی کیلئے جو کتب تصنیف فرمائیں۔ مسلمانوں کے بیدار مغز اور ذہین و فطین طبقے اس پر بے اختیار دادِ تحسین دینے لگے۔ ان کتابوں میں سے چند ایک کے نام درج کرتا ہوں۔ ایک سیاسی لیکچر۔ الکفر ملۃ واحدہ۔ اساس الاتحاد۔ تحریکِ اتحاد۔ ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل چنانچہ آپ کے اس کام کو سراہتے ہوئے روزنامہ سیاست کے مدیر لکھتے ہیں:۔

"آپ کی سیاست کا ایک زمانہ قائل ہے۔ نہرو رپورٹ کے خلاف مسلمانوں کو مجتمع کرنے۔ مسائل حاضرہ پر اسلامی نقطۂ نگاہ سے مدلل بحث کرنے اور مسلمانوں کے حقوق کے متعلق استدلال سے مملو کتابیں شائع کرنے کی صورت میں آپ نے بہت ہی قابلِ تعریف کام کیا ہے۔"

(روزنامہ سیاست لاہور مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۳۰ء)

علم کلام

صرف سیاست ہی نہیں بلکہ وہ تمام مسائل جنکو نہایت ہی دقیق۔ مشکل اور پیچیدہ سمجھا جاتا تھا آپ نے ان سب پر قلم اٹھایا اور اپنی تقریروں اور تحریروں

سے ان کو اس طرح سادہ اور عام فہم پیرایہ میں بیان کیا کہ وہی مشکل مضمون آسانی کے ساتھ سمجھ آنے لگے۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ ان پر ایسے طور پر بحث فرمائی کہ کوئی پہلو بھی تشنہ نہ چھوڑا۔ حضور کی وہ معرکۃ الآراء تقاریر جو آپ نے ہستی باری تعالیٰ۔ ملائکۃ اللہ۔ تقدیر الٰہی اور حقیقۃ الرویا وغیرہ سے متعلق کیں انکو ملاحظہ کیجئے اور وہ معرکۃ الآرا کتب جو آپ نے تصنیف فرمائیں مثلاً مسئلہ زکوٰۃ۔ تعلیم العقائد والاعمال۔ خزینۃ العلوم۔ انوارِ خلافت۔ برکاتِ خلافت۔ منصب خلافت۔ احمدیت یعنی (۔۔۔۔۔۔) آسمانی نظام اور اسکا پس منظر وغیرہ کو پڑھیں۔ آپ ان میں ایسے نکات اور قیمتی جواہر پائیں گے جن کی مثال آپ کو بہت کم نظر آئے گی۔

اسکے علاوہ آپ نے (دین حق) کا تمام مذاہبِ عالم پر عقلی و نقلی۔ دلائل و براہین کی رُو سے غلبہ ظاہر کرنے اور (دینِ حق) کی شان کو دوبالا کرنے کیلئے جو کتب تصنیف فرمائیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ ان میں سے احمدیت۔ تحفہ لارڈ ارون۔ تحفہ شہزادہ ویلز۔ دیباچہ تفسیر القرآن جسے ایک مشہور مستشرق نے علم و فضل کا شاہکار قرار دیا۔ ایسی کتابیں ہیں جنمیں آپ نے (دینِ حق) کی تعلیم و معتقدات کی دوسرے تمام مذاہب کی تعلیم پر برتری و فوقیت ظاہر فرمائی ہے اور ان میں اس بات کو ثابت فرمایا ہے کہ وہ کامل اور مکمل مذہب جس پر چل کر انسان خدا تعالیٰ کو پا سکتا ہے اور جس کی تعلیم پر عمل کر کے انسان اپنے معاشرے کو جنت بنا سکتا ہے وہ صرف (دینِ حق) ہے۔

پس خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی کہ "ظاہری اور باطنی علوم سے پُر کیا جائیگا۔" اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ مہر نیمروز کی مانند واضح اور عیاں اور کھلے کھلے طور پر پوری ہو چکی ہے۔ اس کا اقرار کرتے ہوئے سید حبیب احمد ایڈیٹر روزنامہ سیاست رقم طراز ہیں:۔

"مذہبی اختلافات کی بات چھوڑ کر دیکھیں تو جناب مرزا بشیر الدین محمود نے میدان تصنیف و تالیف میں جو کام کیا ہے جو بلحاظ ضخامت و افادہ ہر تعریف کا مستحق ہے"۔

(روزنامہ سیاست ۲ دسمبر ۱۹۳۱ء)

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

حضور کا حلیہ مبارک

قریباً ۱۹۱۶ء میں قادیان میں ایک نووارد سیاح نے حضرت مصلح موعود کے حلیہ مبارک کے متعلق لکھا۔

گورا رنگ، میانہ قد، نازک بدن، روشن اور وسیع پیشانی، باریک لب، گنجان ریش، نیم باز، ہمیشہ نیچی نظر رکھنے والی آنکھیں، پُرحیا اور خلوت پسند عادات، عمر (اندازاً) تیس سال، نہایت باریک بین و صائب رائے، غائر نظر رکھنے والے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والے، جماعت سے بڑی محبت کرنے والے، بڑی خیر خواہی اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ ان کے طریق سادہ، اطوار مخلصانہ اور محبوبانہ ہیں۔ ان کو نہایت منہمک رکھنے والی ان کی صرف یہ خواہش ہے کہ خدمت و تبلیغ (دین) ہو۔ اور دنیا میں ہر انسان کے دروازہ تک صداقت (دینی) پہنچ جائے۔ اس عظیم الشان کام کے لئے ان کے مطمئن اور کامیابی کا یقین رکھنے والے دل میں بڑا جوش ہے۔ اس بڑے کام میں وہ عزم و تندہی سے اپنی جماعت کیلئے اس طرح مصروف و محو ہیں کہ ایک دیکھنے والے کو حیرت ہوتی ہے۔

(الحکم ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء)

مکرم فضل احمد صاحب

"فتح و ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے"

دورِ مُصلح موعود کی تحریکات و فتوحات کا ایک جائزہ

* ۱۰۰ کے قریب علمی، تربیتی اور روحانی تحریکات
* ممالک بیرون میں ۳۱۱ خانہ ہائے خُدا کی تعمیر
* ۴۶ ممالک میں احمدیہ مشنوں کا قیام
* ۱۶۴ واقفینِ زندگی نے بیرونی ممالک میں دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دیا
* ۱۶ زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت
* ۲۴ ممالک میں ۴۰ تعلیمی مراکز کا قیام
* ۲۸ دینی مدرسوں اور ۱۷ ہسپتالوں کا قیام
* ۴۰ کے لگ بھگ اخبارات و رسائل کا اجراء
* حضور کی ۲۲۵ کتب و رسائل کی تصنیف
* ۱۰ ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی حضورؓ کی قرآنی تفسیر

حضرت مُصلح موعود کی تحریکات

تاریخ	تحریک
نومبر ۱۹۱۶ء	آنریری مبلغین (مربیان) کیلئے تحریک۔
دسمبر ۱۹۱۶ء	خواتین کو تبلیغی فنڈ کی پہلی تحریک
۷ دسمبر ۱۹۱۷ء	تحریک وقفِ زندگی
مئی ۱۹۲۲ء	حفظِ قرآن کی تحریک
۷ مارچ ۱۹۲۳ء	شدھی کے خلاف جہاد کی تحریک
۱۰ فروری ۱۹۲۵ء	چندہ خاص کی تحریک
۱۳ فروری ۱۹۲۵ء	اشاعت احمدیت کی خاص تحریک
	۱۹۲۸ء
جولائی ۱۹۲۸ء	لاوارث بچوں اور عورتوں کی خبرگیری کی تحریک
	تحفظ ناموسِ رسولؐ کے لئے خصوصی جلسہ ہائے سیرۃ النبی کی تحریک
	گھروں میں درس جاری کرنے کی تحریک
دسمبر ۱۹۲۸ء	تعلیم نسواں کی خاص تحریک۔

۱۹۲۸ء	جہاد بالقرآن کی تحریک

۱۹۳۰ء

	نفلی روزوں کی خاص تحریک
	خود حفاظتی کی تحریک

۱۹۳۱ء

	حضرت مسیح موعود کی طرزِ تحریر اختیار کرنے کی تحریک
	اتحاد المسلمین کی تحریک
	صنعت وحرفت کی طرف توجہ کی تحریک
	خواتین میں بہادری پیدا کرنے کی خاص تحریک
	مسلم کانفرنس کے قیام کی تحریک
۵ فروری	اہل کشمیر کے لئے مالی وجانی قربانیوں کی پُرزور تحریک
دسمبر	قادیان میں مکان بنانے کی تحریک

۱۹۳۲ء، ۱۹۳۳ء

۸ جنوری	پیغام احمدیت پہنچانے کی زبردست تحریک
۸ "	تحریک مصالحت
۱۹۳۳ء	اُردو سیکھنے کے لئے کتب حضرت مسیح موعود پڑھنے کی تحریک

۱۹۳۴ء

۴ جنوری	احمدیوں کی تربیت کیلئے تحریک سالکین
۲۳ نومبر	تحریک جدید کا اجراء

۱۹۳۷ء

	عالمگیر جنگ کی خبر اور خاص دُعاؤں کی تحریک
نومبر	روایاتِ رفقاءِ بانی سلسلہ احمدیہ محفوظ کرنے کی تحریک
دسمبر ۱۹۳۷ء	مستقل وقف کی تحریک

۱۹۴۰ء

	غیر مبایعین کو　　کی خاص تحریک
۲۹ مارچ	رفقاءِ مسیح موعود کو اشاعت احمدیت میں سرگرم عمل ہونے کی تحریک

۱۹۴۲ء، ۱۹۴۳ء

۲۲ مئی	قادیان کے غُرباء کیلئے غلہ کی تحریک
۲۶ جون	مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے دُعا کی تحریک
جولائی	احمدی نوجوانوں کو فوج میں بھرتی ہونے کی تحریک۔
۱۵ ستمبر	بیرونی مربیان کے لئے خصوصی دُعا کی تحریک
ستمبر	مربیان کو ذکرِ الٰہی کی اہم تحریک
۶ اکتوبر	ہندوستان میں دعوت الی اللہ کی خاص تحریک
اکتوبر ۱۹۴۳ء	دعوت الی اللہ کی خاص تحریک اور مباحثات سے ممانعت
۲۹ جنوری	وقف زندگی برائے دیہاتی مربیان

۱۹۴۴ء

مارچ	خاندان مسیح موعود کو وقف کی خاص تحریک
۱۰ مارچ	وقف جائیداد کی تحریک
۲۴ مارچ	وقفِ زندگی کی وسیع تحریک
مارچ	تعلیم الاسلام کالج کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی تحریک
	ماہرین علوم پیدا کرنے کی تحریک
۲۴ اپریل	حفاظ پیدا کرنے کی تحریک

مئی	رضاکارانہ دعوت الی اللہ کی ولولہ انگیز تحریک
مئی	تسبیح و تحمید اور درود شریف کی اہم تحریک
مئی	اصلاح نسواں کی الہامی تحریک
۳۰ مئی	بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تحریک
۲۳ جون	نوجوانوں کو بالالتزام نمازِ تہجد کی تحریک
۴ جولائی	تحریک حلف الفضول
جولائی	ہندوستان میں سات مراکز اشاعت حق کی تحریک
اگست	بیویوں میں عدل و انصاف کی تحریک
۲۰ اکتوبر	مشہور زبانوں میں تراجم قرآن اور لٹریچر کی تحریک
۱۲ دسمبر	کمیونسٹ تحریک کا مطالعہ کرنے کی تحریک
	جماعت کو رفقاء بانی سلسلہ احمدیہ کے وجود سے فائدہ اٹھانے کی تحریک

۱۹۴۵ء، ۱۹۴۶ء

۱۹ اکتوبر	جماعت میں اعلیٰ تعلیم کی توسیع کیلئے سکیم
	خاندانی وقف کی تحریک
	تحریک وقف تجارت
۱۹۴۶ء	مسلمانانِ عالم کے لئے دعائے خاص کی تحریک۔
۱۹۴۶ء	نوجوانانِ احمدیت کو قربانیوں کی تحریک

۱۹۴۷ء تا ۱۹۵۱ء

فروری	حفاظت مرکز کے لئے مالی قربانیوں روزوں اور دعاؤں کی خاص تحریک
	احمدی مہاجرین کے لئے کمبلوں، لحافوں اور توشکوں کی تحریک
اکتوبر	احمدیوں کو حفاظتی فنون سیکھنے کی تلقین
۱۲ اکتوبر	ذکرِ الٰہی کی تحریک
	انڈونیشیا۔ ایبے سینیہ اور سعودی حکومت سے سفارتی تعلقات قائم کرنے کی تحریک۔
	اشاعتِ دین کے لئے فقیرانہ رنگ پیدا کرنے کی ہدایت
۱۹۴۸ء	فتنۂ صیہونیت کے مقابلہ کیلئے زبردست تحریک
۲۹ جولائی ۱۹۴۹ء	قرآن کا اُردو ترجمہ سیکھنے کی پُر زور تحریک۔
۱۰ نومبر ۱۹۴۹ء	منافق طبع لوگوں کی اصلاح کی تحریک۔
۱۹۵۰ء	دعوت الی اللہ کے لئے جدید لٹریچر تیار کرنے کی تحریک
	دفاع وطن کی تیاری کی پُر زور تحریک
۲ فروری ۱۹۵۱ء	دعاؤں کے چلّہ کی خاص تحریک
مارچ ۱۹۵۱ء	سندھیوں میں دعوۃ الی اللہ کا حلقہ وسیع کرنے کی تحریک۔

۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۴ء

جنوری	محاسبہ نفس کی دعوت
فروری	قوم کی بے لوث خدمات بجالانے کی تلقین
	عالم اسلام کو دعوت اتحاد
	تعلق باللہ اور دعاؤں کی خاص تحریک
۴ جولائی	صبر و صلوٰۃ کی پُر زور تحریک
اگست	بیوت الذکر کو ذکرِ الٰہی سے معمور کرنے کی تحریک
یکم ستمبر	تحریک حج
	خدمتِ پاکستان کی خصوصی تحریک۔
۱۹۵۳ء	سات روزے رکھنے کی تحریک
"	سچائی اختیار کرنے کی تحریک
دسمبر ۱۹۵۳ء	تحریک جدید میں شمولیت کی خاص تحریک

۲۲؍اکتوبر ۱۹۵۴ء	پاکستان کیلئے تحریکِ دعا

۱۹۵۵ء تا ۱۹۶۰ء

۲۸؍جنوری	فارغ التحصیل شاہدین کیلئے نئی سکیم
	ضرورتِ زمانہ کے مطابق لٹریچر تیار کرنے کی تحریک۔
۸؍فروری	صدر انجمن کیلئے واقفین کی تحریک
	مُسلم فرقوں سے مغربی ممالک میں تبلیغ کی پُرزور اپیل
۱۹۵۶ء	حضرت بانی سلسلہ کے مقدس تبرکات کی حفاظت کی تحریک
"	امریکہ میں نظام وصیت کے نفاذ کی پُرزور تحریک
مارچ "	قادیان کیلئے تحریک وقف زندگی
۱۹۵۸ء	وقفِ جدید کی تحریک
۱۰؍جنوری "	صد سالہ جوبلی منانے کی تحریک
جولائی "	نوجوان احمدیت کو سرگرم عمل رہنے کی تحریک
۲۹؍اگست "	سینما بینی کے خلاف مؤثر آواز
۱۲؍نومبر ۱۹۶۰ء	ایک نئی الہامی دُعا پڑھنے کی تحریک

دورِ مصلح موعود کے مشن

اپریل ۱۹۱۴ء	انگلستان
۱۴؍مارچ ۱۹۱۵ء	سیلون
۱۵؍جون "	ماریشس
۱۵؍فروری ۱۹۲۰ء	امریکہ
۱۹؍فروری ۱۹۲۱ء	سیرالیون
۲۸؍فروری "	غانا
۸؍اپریل "	نائیجیریا
۱۹۲۱ء	بخارا
۱۹۲۲	مصر
۱۸؍دسمبر ۱۹۲۳ء	جرمنی
۱۹۲۴ء	ایران
۱۷؍جولائی ۱۹۲۵ء	شام
ستمبر "	سماٹرا
۱۹۲۸ء	فلسطین
۲۰؍فروری ۱۹۳۱ء	جاوا
۲۷؍نومبر ۱۹۳۴ء	کینیا
۲؍مارچ ۱۹۳۵ء	برما
۱۹۳۵ء	سنگاپور۔ ملایا
۲۷؍مئی "	ہانگ کانگ
۴؍جون "	جاپان
۱۰؍مارچ ۱۹۳۶ء	سپین
۱۹۳۶ء	ہنگری
"	البانیہ
"	یوگوسلاویہ
"	ارجنٹائن
"	پولینڈ
۱۹۳۷ء	اٹلی
جنوری ۱۹۳۸ء	چیکوسلواکیہ
۱۷؍مئی ۱۹۴۶ء	فرانس
۱۹۴۶ء	صقلیہ (سسلی)
۱۹؍اگست "	عدن
۱۳؍اکتوبر "	سوئٹزرلینڈ
جون ۱۹۴۷ء	بورنیو
۲؍جولائی "	ہالینڈ

تاریخ	ملک
۳ مارچ ۱۹۴۸ء	اُردن
۲ فروری ۱۹۴۹ء	مسقط
فروری "	گلاسگو
۲۷ اگست "	لبنان
۱۹۵۰ء	ٹرینیڈاڈ
۱۹۵۶ء	ڈچ گی آنا
۳ جنوری "	لائبیریا
وسط ۱۹۵۶ء	سکنڈے نیویا
۱۲ اکتوبر ۱۹۶۰ء	فجی
۱۹۶۱ء	آئیوری کوسٹ
"	گیمبیا
۱۹۶۲ء	ٹوگولینڈ

اخبارات و رسائل

جو حضور کے دَور میں جاری ہوئے

تاریخ	نام
مارچ ۱۹۰۶ء	تشحیذ الاذہان } یہ عہد امامت سے قبل کے ہیں۔
۱۹ جون ۱۹۱۳ء	الفضل کا اجراء
۷ اکتوبر ۱۹۱۵ء	اخبار "فاروق"
جون ۱۹۱۶ء	اخبار "صادق"
۱۹۱۶ء	THE MESSAGE (سیلون)
۲۶ مئی ۱۹۲۶ء	احمدیہ گزٹ قادیان
دسمبر "	سن رائز
۱۵ دسمبر "	مصباح از قادیان
اپریل ۱۹۳۰ء	رسالہ "جامعہ احمدیہ"
۱۹۳۰ء	تعلیم الاسلام ہائی سکول ۔ میگزین
"	اسلامی دُنیا ۔ قاہرہ
۴ اگست ۱۹۳۴ء	اخبار "اصلاح" ۔ سرینگر
یکم مئی ۱۹۳۵ء	رسالہ "البشریٰ" کا اجراء (از حیدر آباد)
۱۹۳۵ء	مُسلم ٹائمز ۔ لندن
"	سہ ماہی رسالہ "الاسلام" از لندن
۱۹۳۶ء	رسالہ میپنیزی یا مُنگو ۔ مشرقی افریقہ
"	تعلیم الدین ۔ قادیان
"	"الہُدیٰ" ۔ مشرقی افریقہ
۱۹۴۲ء	ماہنامہ "فرقان" ۔ قادیان
۱۹۴۹ء	الاسلام ۔ سوئٹزرلینڈ
"	اخبار الرحمت ۔ از لاہور
۱۹۵۰ء	"المنار" تعلیم الاسلام کالج
اگست "	مُسلم ہیرلڈ ۔ گلاسگو
۱۹۵۱ء	التبلیغ ۔ ربوہ
وسط "	الفرقان
ستمبر "	درویش ۔ قادیان
اکتوبر ۱۹۵۲ء	خالد
۱۹۵۳ء	"المصلح" کراچی کا باقاعدہ اجراء
۱۹۵۴ء	PEACE ۔ بورنیو
۱۹۵۵ء	رسالہ اصحاب احمد
"	افریقین کریسنٹ
۱۹۵۷ء	ایسٹ افریقین ٹائمز ۔ مشرقی افریقہ
۱۹۵۸ء	ماہنامہ سوینئر ۔ کراچی
۱۹۵۹ء	الاسلام ۔ ہالینڈ
"	ماہنامہ ایکٹو اسلام
۱۹۶۰ء	ماہنامہ انصار اللہ
۱۹۶۱ء	احمدیہ گزٹ ۔ سوئٹزرلینڈ

اگست ۱۹۶۵ء تحریک جدید

۱۹۵۹ء البشریٰ جامعہ احمدیہ

تنظیموں مجالس اور اداروں کا قیام

۱۲؍اپریل ۱۹۱۴ء	انجمن ترقی دین کی بنیاد
۱۵-۱۶؍اپریل ۱۹۲۲ء	مجلس شوریٰ کی ابتداء
۲۵؍دسمبر "	لجنہ اماء اللہ کا قیام
یکم مئی ۱۹۲۶ء	دارالشیوخ کی بنیاد
۲۰؍مئی ۱۹۲۸ء	جامعہ احمدیہ کی بنیاد
۱۹۳۵ء	بورڈنگ تحریک جدید کا قیام
۳۱؍جنوری ۱۹۳۸ء	خدام الاحمدیہ کا قیام
فروری ۱۹۳۹ء	مجلس ناصرات الاحمدیہ کا قیام
۲۶؍جولائی ۱۹۴۰ء	مجلس انصار اللہ کا قیام
۱۹۴۳ء	مجلس افتاء کمیٹی کا قیام
۱۱؍مئی ۱۹۴۴ء	فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام
۲۶؍مئی "	فضلِ عمر ہوسٹل کا قیام
۱۹۴۵ء	تعلیم الاسلام ریسرچ سوسائٹی کی بنیاد
فروری "	تعلیم الاسلام کالج میں مجلس مذہب و سائنس کا قیام
۱۱؍اکتوبر ۱۹۴۸ء	ربوہ میں ظلی صدر انجمن احمدیہ و تحریک جدید کا قیام
۱۰؍دسمبر ۱۹۴۹ء	جامعۃ المبشرین کا قیام
۲۷؍فروری ۱۹۵۳ء	الشرکۃ الاسلامیہ کے قیام کا اعلان
۲۰؍اپریل "	اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی کا قیام
مئی ۱۹۵۲ء	خلافت لائبریری کا قیام
۱۹۵۷ء	ادارۃ المصنفین کا قیام

اہم عمارات جن کا سنگِ بنیاد حضور نے رکھا یا افتتاح فرمایا

۱۹؍اکتوبر ۱۹۲۴ء	بیت الفضل کا سنگِ بنیاد۔ لندن
۱۷؍مارچ ۱۹۲۵ء	مدرسۃ الخواتین کا سنگِ بنیاد۔ قادیان
۲۲؍مئی ۱۹۲۶ء	قصرِ خلافت کا سنگِ بنیاد۔ قادیان
۲۰؍مئی ۱۹۲۸ء	عمارت جامعہ احمدیہ قادیان کا افتتاح
اپریل ۱۹۳۲ء	عمارت برائے دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کا افتتاح
۲۵؍اپریل "	"دارالحمد" (محلہ دارالانوار) کی پہلی کوٹھی کا سنگِ بنیاد
۲۳؍فروری ۱۹۳۳ء	"بیت النصرت" کوٹھی حضرت سیدہ نصرت جہاں کا سنگِ بنیاد
۱۷؍اپریل ۱۹۳۴ء	بیت الفضل فیصل آباد۔ افتتاح
۲؍مارچ ۱۹۳۵ء	دارالصناعت قادیان۔ افتتاح
۱۹۴۰ء	بیت الذکر محلہ دارالانوار کا افتتاح
۱۹۴۲ء	سنگِ بنیاد دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان
۴؍جنوری ۱۹۴۴ء	تعلیم الاسلام کالج قادیان کا افتتاح
۱۹۴۵ء	فضلِ عمر ہوسٹل کی نئی عمارت کا افتتاح
۳۱؍مئی ۱۹۵۰ء	دفاتر تحریک جدید ربوہ کی مستقل عمارت کی بنیاد
۳؍اکتوبر "	بیت المبارک ربوہ کا سنگِ بنیاد
۶؍فروری ۱۹۵۲ء	دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ کا سنگِ بنیاد

۵ اپریل ۱۹۵۲ء	دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا افتتاح
۲۵ جون ۱۹۵۳ء	فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ کا افتتاح
۲۶ جون "	تعلیم الاسلام کالج ربوہ اور ہوسٹل کا سنگ بنیاد
۱۹ نومبر "	دفاتر صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کا افتتاح
۱۹۵۶ء	دفتر انصار اللہ مرکزیہ اور فضلِ عمر ہسپتال کا سنگِ بنیاد

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے رفقاء مربیان

حضرت مفتی محمد صادق صاحب انگلستان ۔ امریکہ
حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال ۔ انگلستان
حضرت مولوی شیر علی صاحب ۔ انگلستان
حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب "
حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد "
حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس ۔ انگلستان ۔ مشرق وسطی
حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیر ۔ انگلستان ۔ مغربی افریقہ
حضرت مولوی رحمت علی صاحب انڈونیشیا
حضرت صوفی غلام محمد صاحب ماریشس

میدانِ عمل میں جان قربان کرنیوالے مربیان

ایشیا | حضرت مولوی غلام حسین ایاز صاحب بورنیو
حضرت حافظ عبید اللہ صاحب اور حضرت حافظ جمال احمد صاحب ماریشس ۔ حضرت شہزادہ عبدالمجید صاحب ایران ۔ ملک عزیز احمد صاحب انڈونیشیا

افریقہ | حضرت مولوی محمد دین صاحب جنوبی افریقہ ۱۹۴۲ء
حضرت نذیر احمد صاحب علی سیرالیون ۱۹ مئی ۱۹۵۵ء

امریکہ | حضرت مرزا منور احمد صاحب ۱۴ ستمبر ۱۹۴۸ء

رئیس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مندرجہ ذیل مربیان کو ان کی غیر معمولی خدمات اور ان کے مشنوں کی غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے رئیس ۔۔۔ قرار دیا گیا۔

حضرت مولوی رحمت علی صاحب انڈونیشیا ۔ حضرت سید شاہ محمد صاحب انڈونیشیا ۔ حضرت مولوی نذیر احمد صاحب علی افریقہ ۔ حضرت حکیم فضل الرحمن صاحب افریقہ ۔ مولانا نذیر احمد صاحب مبشر افریقہ ۔ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب افریقہ ۔ مولانا نسیم سیفی صاحب افریقہ

غیر ملکی مربیانِ سلسلہ

یورپ سے | بشیر احمد صاحب آرچرڈ انگلستان ۔ سیف الاسلام محمود الحسن صاحب سویڈن ۔ عبدالسلام صاحب میڈیسن ۔ ڈنمارک

افریقہ سے | عمری عبیدی صاحب تنزانیہ ۔ احمد قادر اوڈمبو کینیا ۔ شیخ ابو طالب صاحب ٹانگانیکا ۔ ابراہیم بن محمد صاحب غانا

جنوبی امریکہ سے | محمد یعقوب صاحب ٹرینیڈاڈ

مشرق وسطی سے | سید منیر الحصنی صاحب شام ۔ محمود شبوطی صاحب

انڈونیشیا سے | ابوبکر ایوب صاحب ۔ عبدالواحد صاحب ۔ محمد ایوب صاحب ۔ ذینی دھلان صاحب ۔ محمد زہدی فضلی صاحب ۔ سلیمان عباس صاحب ۔ صالح الشیبی صاحب ۔ محی الدین شاہ صاحب ۔ منصور احمد صاحب ۔ رادن انور صاحب ۔ احمد رشدی صاحب

مکرّم چوہدری شبیر احمد صاحب

دورِ حضرت فضلِ عُمر

عظیم شان کا حامل تھا دورِ فضلِ عُمر
نزولِ رحمتِ یزداں تھا ہم پہ شام و سحر

وہ کارواں کہیں رُکتا تو کس طرح رُکتا
امیر جس کا رہا خود کلیدِ فتح و ظفر

ہزار بار اُٹھے تیز و تُند طوفان بھی
ڈرا سکے نہ ہمارے وہ ناخدا کو مگر

ضیاءِ نُورِ مجسّم سے جگمگا اُٹھی
وہ سرزمیں کہ جہاں ڈالی اُس نے ایک نظر

خُدا کے گھر کی بنا اُس نے ہر جگہ رکھ دی
اَحد اَحد کی صدا دی بُتانِ غرب کے گھر

خُدا کی شان کہ تاریک برّاعظم بھی
نگاہِ فضلِ عُمر سے ہے آج رشکِ قمر

چمن کے حُسن میں ہوتا ہے باغباں کا لہو
سبق یہ دے گئے ہم کو جناب فضلِ عُمر

مُبادا غم تجھے شبّیر بے عمل کر دے
کمر بخدمتِ قرآں ببند بارِ دگر

عبد السمیع خان

"وہ جلد جلد بڑھے گا"

پیشگوئی مصلح موعود میں غیر معمولی صفات کے حامل فرزند کی پچاس سے زائد علامات اور امتیازی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ "وہ جلد جلد بڑھے گا"۔

اس کثیر المعانی جملہ کا ایک واضح اور متبادر الی الذہن مفہوم یہ ہے کہ اس کی ترقی کی رفتار غیر معمولی طور پر تیز ہوگی۔ اور اس کی عمر کے ہر حصے سے مطابقت رکھنے والے دوسرے لوگ جن روحانی منازل پر ہوں گے۔ وہ پسرِ موعود ان سے ہر لحاظ سے اور ہر میدان میں معجزانہ طور پر آگے ہوگا۔ جن مقامات کو عام انسان مدتوں کی ریاضتوں کے بعد حاصل کرتے ہیں انہیں وہ موعود بڑی جلدی جلدی حاصل کرلے گا جس کے لازمی نتیجہ کے طور پر وہ سب سے نمایاں، سب سے قد آور اور سب سے بلند تر نظر آئے گا۔

یہ علامت بھی سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود میں بڑی شان کے ساتھ پوری ہوئی۔ اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ظاہری وسائل کے لحاظ سے آپ اپنے آغاز سے ہی دوسرے ہم عمروں اور ہم عصروں کے مقابل پر سب سے زیادہ تہی دامن تھے اور وہ تمام روکیں موجود تھیں جو کسی بھی شخص کے بڑا بننے میں رکاوٹ بن سکتی ہیں مگر خدا کا فضل اور اس کی رحمت آپ کے شاملِ حال تھی۔ آپ کے عظیم والد کی پرسوز اور دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں آپ کے ساتھ تھیں۔ اس کی نریاقی صحبت آپ کو میسر تھی

انہی روحانی ہتھیاروں نے آپ کی راہ میں حائل ہونے والے ہر سنگِ گراں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خدا کے قول کو سچا کر دکھایا اور اس نشان کو لافانی عظمت عطا کی۔

آپ کی ۷۷ سالہ زندگی میں ہر رہگذر پہ، ہر موڑ پہ، ہر سنگِ میل پر بلکہ ہر قدم پر اس ربانی کلام کے نظارے جلوے دکھاتے ہیں۔ جن کا تذکرہ بہت طویل اور ضخیم کتابوں کا متقاضی ہے۔ مگر اس مضمون میں صرف آپ کے دورِ امامت سے پہلے کی زندگی زیرِ بحث ہوگی۔ جو بعد کی رفیع الشان فتوحات کی تمہید اور پیش خیمہ تھی۔

بچپن کی بیماریاں

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔ اتفاقاً آپ کی جو کھلائی مقرر کی گئی وہ شدید امراض میں مبتلا تھی۔ اور اس کے سات آٹھ بچے سل اور دق سے مر چکے تھے۔ اس عورت نے آپ کے والدین سے اجازت لئے بغیر آپ کو دودھ پلا دیا اور اس طرح سل اور دق اور خنازیر کے جراثیم آپ کے اندر چلے گئے۔

اس کے نتائج پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں۔

"جب وہ (یعنی حضرت صاحبزادہ صاحب) دو سال کا ہوا تو پہلے اسے کھانسی ہوئی۔ اور پھر وہ شدید خنازیر میں مبتلا ہوگیا۔ اور کئی سال تک مدقوق و مسلول رہا۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ

نے اس کے ذریعہ ایک بہت بڑا نشان ظاہر کرنا تھا اس لئے خدا نے اس کو بچا لیا۔ لیکن خنازیر کا مرض برابر لاحق رہا۔ بلکہ بعض دفعہ خنازیر کی گلٹیاں پھول کر گیند کے برابر برابر ہو جاتیں۔ اور مسلسل بارہ تیرہ سال تک ایسا ہی ہوتا رہا۔ ڈاکٹر اور طبیب مختلف ادویہ کی ان سے مالش کراتے اور کھانے کے لئے بھی کئی قسم کی دوائیں دیتے۔ جب وہ لڑکا جوان ہوا تو اس بیماری نے دوسری شکل اختیار کر لی۔ اور اسے سات آٹھ مہینے متواتر بخار آتا رہا۔ اطباء کہتے تھے کہ اس کا بچنا مخدوش ہے۔ اور اب شاید ہی یہ جانبر ہو سکے..... اس وجہ سے وہ مدرسے میں بھی پڑھ نہیں سکتا تھا جب وہ مدرسے جاتا تو چونکہ اس کی آنکھوں میں ککرے تھے اس لئے وہ بورڈ کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا"

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹ فروری ۵۶ء)

اس پس منظر میں اب آپ اس بچے کا جلدی جلدی بڑھنا مشاہدہ کریں تو خدا کی حیرت انگیز قدرتوں کا ایک جہان سامنے آ جاتا ہے۔

تعلق باللہ

مذہب کی بنیاد ہستی باری تعالیٰ کا عقیدہ اور مذہب کا مقصود اس ذات کو پالینا ہے۔ ہزاروں لاکھوں انسان ہیں جو مذہبی کہلاتے ہوئے بھی خدا پر ایمان تو رکھتے ہیں یقین نہیں رکھتے اور سماعی ایمان میں ہی زندگی گزار دیتے ہیں۔ سیدنا حضرت مصلح موعود کو ۱۱ سال کی عمر میں اپنے ربّ کا عرفان اور اس پر کامل یقین نصیب ہو گیا تھا فرماتے ہیں:۔

"جب میں گیارہ سال کا ہوا اور ۱۹۰۰ء نے دُنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی جس طرح ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اُسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان میں تبدیل ہو گیا۔ میں اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ میں نے اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خُدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا ...... مگر آج بھی اس دُعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں۔ خدایا تیری ذات کے متعلق مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا اب مجھے زائد تجربہ ہے۔ اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔"

(ہفت روزہ الحکم قادیان ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء ص ۹)

نماز پر دوام

نماز وصول الی اللہ کی راہ اور روحانیت کا معیار ہے گیارہ سال کی عمر میں آپ نے اس منزل کو بھی پالیا اور خُدا سے کبھی نماز نہ چھوڑنے کا عہد کیا اور آخری لمحہ تک اس پر کاربند رہے۔ فرماتے ہیں:۔

"۱۹۰۰ء میرے قلب کو دینی احکام کی طرف

توجہ دلانے کا موجب ہوا۔ اُس وقت میں گیارہ
سال کا تھا حضرت مسیح موعود کے لئے کوئی شخص
چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جُبّہ لایا تھا میں
نے آپ سے وہ جبہ لے لیا تھا کسی اور خیال سے
نہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا رنگ اور اس
کے نقش مجھے پسند تھے۔ میں اسے پہن نہیں سکتا
تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں سے نیچے
لٹکتے رہتے تھے۔ ...... جب میرے دل میں
خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں
جن کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن
ضحٰی کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے
وضو کیا اور وہ جبہ پہن لیا تب میں نے اس
کوٹھڑی کا جس میں مَیں رہتا تھا دروازہ بند
کر لیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کر
دی اور میں اس میں خوب رویا، خوب رویا،
خوب رویا اور اقرار کیا کہ اب نماز کبھی نہیں
چھوڑوں گا۔ اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں
کیسا عزم تھا! اس اقرار کے بعد میں نے کبھی
نماز نہیں چھوڑی گو اس نماز کے بعد کئی سال
بچپن کے ابھی باقی تھے۔ میرا وہ عزم میرے
آج کے ارادوں کو شرماتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم
میں کیوں رویا فلسفی کہے گا۔ اعصابی کمزوری
کا نتیجہ ہے۔ مذہبی کہے گا تقویٰ کا جذبہ تھا مگر
میں جس سے یہ واقعہ گزرا کہتا ہوں۔ مجھے معلوم
نہیں میں کیوں رویا؟ ہاں یہ یاد ہے کہ اس
وقت میں اس امر کا اقرار کرتا تھا کہ پھر کبھی نماز
نہیں چھوڑوں گا۔ اور وہ رونا کیسا بابرکت ہوا
اور وہ افسردگی کیسی راحت بن گئی! جب اس
کا خیال کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ وہ آنسو ہسٹیریا
کے دورہ کا نتیجہ نہ تھے پھر وہ کیا تھے؟ میرا خیال
ہے وہ شمس روحانی کی گرم کر دینے والی کرنوں
کا گرایا ہوا پسینہ تھے۔ وہ (حضرت بانی سلسلہ
احمدیہ) کے کسی فقرہ یا کسی نظر کا نتیجہ تھے اگر
یہ نہیں تو میں نہیں کہہ سکتا کہ پھر وہ کیا تھے؟"

(ہفت روزہ الحکم ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء ص۹)

دُعاؤں میں انہماک

آپ کے متعلق حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں:۔

"نمازوں میں اکثر حضرت مسیح موعود کے ساتھ
جامع (احمدیہ) میں جاتے اور خطبہ سُنتے۔ ایک
دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے
قریب ہوگی۔ آپ (البیت الاقصیٰ) میں حضرت
مسیح موعود کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور
پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے۔"

(الفضل ۲۰ جنوری ۱۹۲۸ء)

حضرت مولوی شیر علی صاحب جو بچپن میں آپ کے اُستاد
تھے فرماتے ہیں:۔

"ایک دن کچھ بارش ہو رہی تھی مگر زیادہ نہ تھی
بندہ وقت مقررہ پر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا
سیڑھیوں کا دروازہ کھٹکھٹایا حضور نے دروازہ
کھولا۔ بندہ اندر آ کر برآمدہ میں ایک کرسی پر
بیٹھ گیا۔ آپ کمرہ میں تشریف لے گئے میں نے
سمجھا کہ کتاب لے کر باہر برآمدہ میں تشریف لائیں
گے مگر جب آپ کے باہر تشریف لانے میں کچھ دیر

ہوگئی تو میں نے اندر کی طرف دیکھا۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ آپ فرش پر سجدہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ آج بارش کی وجہ سے شاید آپ سمجھتے تھے کہ میں حاضر نہیں ہوں گا۔ اور جب میں آگیا ہوں تو آپ کے دل میں خاکسار کے لئے دُعا کی تحریک ہوئی ہے اور آپ بندہ کے لئے دُعا فرما رہے ہیں۔ آپ بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے اور دُعا فرماتے رہے۔"

(الفضل ۵ نومبر ۳۸ء)

حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ کا بیان ہے۔

"ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات 'البیت المبارک' میں گزاروں گا۔ اور تنہائی میں اپنے مولا سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں بیت الذکر میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دُعا کر رہا ہے۔ اس کے الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا اور اس شخص کی دُعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دُعا میں محو گیا۔ اور میں نے دُعا کی کہ یا الٰہی یہ شخص تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے۔ اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے۔ مگر جب آپ نے سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں آج تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا۔

تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں سے (دین) کو زندہ کر کے دکھا۔"

(الفضل - ۱۶ فروری ۶۸ء)

۱۹۱۲ء میں آپ نے حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ حدیث نبوی میں ہے کہ خانہ کعبہ کو پہلی دفعہ دیکھ کر جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ آپ نے دعا کی

"یا اللہ اس خانہ کعبہ کو دیکھنے کا مجھے روز روز کہاں موقعہ ملے گا۔ آج عمر بھر میں قسمت کے ساتھ موقع ملا ہے پس میری تو یہی دُعا ہے کہ تیرا اپنے رسول سے وعدہ ہے کہ اس کو پہلی دفعہ حج کے موقعہ پر دیکھ کر جو شخص دُعا کرے گا وہ قبول ہو گی میری دُعا تجھ سے یہی ہے کہ ساری عمر میری دعائیں قبول ہوتی رہیں۔" (تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۵۰)

فرشتوں سے تعلق

پندرہ برس کی عمر میں ۱۹۰۵ء میں آپ کو پہلا الہام ہوا جو عربی زبان میں تھا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔

وہ لوگ جو تیرے متبع ہیں وہ تیرے نہ ماننے والوں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔

اس کے علاوہ کثرت کے ساتھ آپ کو رویائے صالحہ دکھائی جاتی تھیں جو اپنے مضمون اور بشارات میں بہت اعلیٰ پائے کی ہیں۔ بچپن میں آپ کے اُستاد حضرت سید سرور شاہ صاحب نے ایک دفعہ آپ سے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی کوئی الہام ہوتا ہے یا خوابیں آتی ہیں تو فرمایا:۔

"خوابیں تو بہت آتی ہیں اور میں ایک خواب تو قریباً روز ہی دیکھتا ہوں اور جو نہی میں تکیہ

پر سر رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح کو اُٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں۔ اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جاکر حریف کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کئی بار ایسا ہُوا ہے کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے کوئی چیز نہیں پائی تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بناکر اس کے ذریعے پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں۔"

پندرہ سال کی عمر میں آپ کو دی جانے والی خبریں کیسی عظیم الشان اور سچائی سے معمور تھیں۔ ۱۹۰۷ء میں آپ کو ایک فرشتہ نے رویا میں آپ کو سُورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی فرماتے ہیں:۔

"یہ رویا اصل میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیج کے طور پر میرے دل اور دماغ میں قرآنی علوم کا خزانہ رکھ دیا ہے۔" (الموعود ص۸۵)

عِلمِ قرآن

جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء پر حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے پہلی پبلک تقریر فرمائی۔ یہ پُر معارف تقریر جو آپ نے صرف سترہ برس کی عمر میں فرمائی تھی ردِّ شرک میں تھی۔ اور "چشمہ توحید" کے نام سے کتابی صُورت میں شائع ہوئی۔ تقریر کیا ہے نکات اور حقائق قرآنی کا ایک خزانہ ہے۔ پہلے حصّہ میں آپ نے عیسائیت کے زوال اور دین کی ترقی کی خبر دی۔ تقریر کے دوسرے حصّہ میں آپ نے سورہ لقمان کے رکوع ثانی کی نہایت لطیف تفسیر فرمائی۔ اس پہلی تقریر کے وقت آپ کی کیفیت قابل شُنید ہے۔

"اب میں خود اس تقریر کو پڑھ کر حیران ہو جاتا ہوں کہ وہ باتیں کس طرح میرے منہ سے نکلیں اور اگر اب بھی وہ باتیں بیان کروں تو یہی سمجھوں گا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے سمجھائی ہیں۔"

اس دور کی ایک دوسری یادگار تقریر وہ ہے جو آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی وفات کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر کی۔ اس تقریر کے متعلق حضرت مولوی شیر علی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرزِ تقریر حضرت مسیح موعود کی آواز اور طرزِ تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سُننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعود کی یاد تازہ ہو گئی اور جب تقریر ختم ہو چکی تو حضرت مولانا نور الدین صاحب امام جماعت احمدیہ نے فرمایا کہ "میاں نے بہت سی آیات کی ایسی تفسیر کی ہے۔ جو میرے لئے بھی نئی تھی"۔

(الفضل ۵ نومبر ۳۸ء)

یہ واقعہ آپ کے علم قرآن کے علاوہ آپ کی زبردست قوتِ بیانیہ اور فنِ تقریر میں درک پر بھی گہری روشنی ڈالتا ہے۔ آپ کو خدا نے سُلطان البیان بنایا تھا۔

فروری ۱۹۱۰ء سے آپ نے قرآن کریم کا درس دینا شروع کر دیا۔ ۱۹۱۳ء میں آپ دن میں دو دفعہ یعنی فجر اور ظہر کی نمازوں کے بعد درس دینے لگے۔ مکرم محمد ایوب صاحب کو چند روز اس درس میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ وہ لکھتے ہیں۔

"اس قلیل عرصہ میں مجھ پر حضور کے عشقِ قرآن کریم، طہارت و تقویٰ، تعلق باللہ، اجابتِ دُعا اور مطہر زندگی کا گہرا اثر ہوا جو کہ باوجود مرورِ زمانہ کے دل سے ہرگز دور نہیں ہُوا۔

(الفضل ۳ دسمبر ۳۸ء)

حضرت بانی سلسلہ پر ایمان

"جب سے ہوش سنبھالا حضرت مسیح موعود پر کامل یقین اور ایمان تھا"۔ (الفضل ۷ مارچ ۳۰ء)

"۱۸۹۸ء میں مَیں نے حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گو بوجہ احمدیت کی پیدائش کے میں پیدائش سے ہی احمدی تھا مگر یہ بیعت گویا میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر حرکت پیدا کرنے کی علامت تھی۔"

(ہفت روزہ الحکم قادیان ۲۸ر دسمبر ۳۹ء صفحہ ۹)

مگر یہ بیعت اور ایمان بھی محض سماعی نہ تھا بلکہ پورے یقین اور وثوق کے ساتھ تھا۔ فرماتے ہیں :۔

"میں علمی طور پر بتلاتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحب کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا۔ بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا تو میں نے مصمم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو میں گھر سے نکل جاؤں گا مگر میں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا حتی کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا۔"

(۲۶ر جون ۱۹۲۴ء)

اس کی تفصیل آپ یوں بیان فرماتے ہیں :۔

"(حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) کی وفات کے معاً بعد کچھ لوگ گھبرائے کہ اب کیا ہوگا۔ انسان انسانوں پر نگاہ کرتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دیکھو یہ کام کرنے والا موجود تھا یہ تو اب فوت ہو گیا۔ اب سلسلہ کا کیا بنے گا؟ جب..... اس طرح بعض اور لوگ مجھے پریشان حال دکھائی دیئے اور میں نے ان کو یہ کہتے سُنا کہ اب جماعت کا کیا حال ہوگا تو مجھے یاد ہے گو میں اس وقت انیس ۱۹ سال کا تھا مگر میں نے اسی جگہ حضرت (بانی جماعت احمدیہ) کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ :۔ اے خدا! مَیں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کے ذریعہ تُو نے نازل فرمایا ہے اس کو دُنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا۔

انسانی زندگی میں کئی گھڑیاں آتی ہیں سُستی کی بھی، چُستی کی بھی، علم کی بھی، جہالت کی بھی، اطاعت کی بھی غفلت کی بھی۔ مگر آج تک میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ میری گھڑی ایسی چُستی کی گھڑی تھی۔ ایسی علم کی گھڑی تھی۔ ایسی عرفان کی گھڑی تھی کہ میرے جسم کا ہر ذرّہ اس عہد میں شریک تھا اور اس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور اس ارادہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ شاید اگر دُنیا میری باتوں کو سُنتی تو وہ ان کو پاگل کی بڑ قرار دیتی بلکہ شاید کیا، یقیناً وہ اُسے جنون اور پاگل پن سمجھتی۔ مگر میں اپنے نفس میں اس عہد کو سب سے بڑی ذمہ داری اور سب سے بڑا فرض سمجھتا تھا اور اس عہد کے کرتے وقت میرا دل یہ یقین رکھتا کہ میں اس عہد کے کرنے میں اپنی طاقت سے بڑھ کر کوئی وعدہ نہیں کر رہا بلکہ خدا تعالےٰ نے جو طاقتیں مجھے دی ہیں، انہیں کے مطابق اور مناسب حال یہ وعدہ ہے۔"

(الفضل ۲۱ر جون ۴۴ ۱۹ء)

دعوت الی اللہ کا شوق

"میں نہیں جانتا کیوں بچپن ہی سے میری طبیعت میں (دعوت الی اللہ) کا شوق رہا ہے۔ اور اس (جذبہ) سے ایسا انس رہا ہے کہ میں سمجھ ہی نہیں سکتا۔ میں چھوٹی سی عمر میں بھی ایسی دعائیں کرتا تھا اور مجھے ایسی حرص تھی کہ (دین حق) کا جو کام بھی ہو میرے ہی ہاتھ سے ہو۔ ... پھر اتنا ہو، اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو جس میں (دین حق) کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں ..... چونکہ مجھے (دعوت الی اللہ) کے لئے خاص دلچسپی رہی ہے۔ اس دلچسپی کے ساتھ عجیب عجیب ولولے اور جوش پیدا ہوتے رہے ہیں اور اس ..... عشق نے عجیب عجیب ترکیبیں میرے دماغ میں پیدا کی ہیں۔ ایک بار خیال آیا کہ جس طرح پر اشتہاری تاجر اخبارات میں اپنا اشتہار دیتے ہیں۔ مَیں بھی اخبارات میں ایک اشتہار (دعوت) سلسلہ کا دوں اور اس کی اُجرت دے دوں۔ تاکہ ایک خاص عرصہ تک وہ اشتہار چھپتا رہے۔ مثلاً یہی اشتہار کہ مسیح موعود آگیا بڑی موٹی قلم سے اس عنوان سے ایک اشتہار چھپتا رہے۔ غرض میں اس جوش اور عشق کا نقشہ ان الفاظ میں نہیں کھینچ سکتا جو اس مقصد کے لئے مجھے دیا گیا ہے۔"

(منصب خلافت صد ۱۶، ۲۲)

انجمن ہمدردانِ دین

۱۸۹۷ء میں جبکہ آپ کی عمر آٹھ نو سال کی تھی، قادیان کے احمدی نوجوانوں کی ایک انجمن ہمدردانِ (دین) قائم ہوئی جس کے سرپرست حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی تھے۔ اور اس کے سات ممبران میں سے ایک سرگرم ممبر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد تھے۔ یہ انجمن دراصل آپ کی ہی تحریک، خواہش اور آرزو پر قائم ہوئی تھی۔ حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی فرماتے ہیں:-

" ہماری انجمن میں ایک مرتبہ سیدنا حضرت نورالدین شریک تھے۔ ہمارے آقائے نامدار سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کے نورِ نظر لختِ جگر نے ..... تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی علم و معرفت کا دریا اور روحانیت کا ایک سمندر تھا۔ تقریر کے خاتمہ پر حضرت مولانا نورالدین کھڑے ہوئے اور آپ نے .... آپ کی تقریر کی بے حد تعریف کی۔ قوتِ بیان اور روانی کی داد دی نکاتِ قرآنی اور لطیف استدلال پر بڑے تپاک اور محبت سے مرحبا جزاک اللہ کہتے ہوئے دعائیں دیتے نہایت اکرام کے ساتھ گھر تک آپ کے ساتھ آکر رخصت فرمایا۔"

۱۸۹۹ء میں آپ اس انجمن کے صدر منتخب ہوئے۔

انجمن تشحیذ الاذہان

سنہ ۱۹۰۰ئہ میں آپ نے ایک نئی انجمن کی بنیاد رکھی جس کا نام حضرت مسیح موعود نے تشحیذ الاذہان رکھا۔ اس مجلس کی غرض و غایت یہ تھی کہ نوجوانانِ احمدیت کو دعوت الی اللہ کے لئے تیار کرے۔ انجمن کے تحت ایک مجلسِ ارشاد بھی قائم کی گئی جس کا مقصود داعیان الی اللہ کی فوج میں بھرتی ہونے والے نوجوانوں کو علمی ہتھیار چلانے میں مشاق بنانا تھا۔ یعنی تحریر و تقریر میں کمال حاصل کرنا۔

سنہ ۱۹۰۵ئہ میں ایک واقعہ نے اس جذبۂ دعوت الی اللہ پر جلتی پر تیل کا کام دیا۔

ایک تغیر عظیم

۱۹۰۰ء کی طرح آپ کی زندگی میں ۱۹۰۵ء کو بھی ایک خاص مقام حاصل ہے۔ جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی وفات نے آپ کے اندر ایک عظیم تغیر پیدا کیا۔ یہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء کا واقعہ ہے۔ فرماتے ہیں

"جونہی آپ کی وفات کی خبر میں نے سنی میری حالت میں ایک تغیر پیدا ہوگیا۔ وہ آواز ایک بجلی تھی جو میرے جسم کے اندر سے گذر گئی ...... مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات نے میری زندگی کے ایک نئے دور کو شروع کیا۔ اسی دن سے میری طبیعت میں دین کے کاموں اور سلسلہ کی ضروریات میں دلچسپی پیدا ہونی شروع ہوئی اور وہ بیج بڑھتا ہی گیا۔ سچ یہی ہے کہ کوئی دنیاوی سبب حضرت استاذی المکرم مولوی نورالدین صاحب کی زندگی اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات سے زیادہ میری زندگی میں تغیر پیدا کرنے کا موجب نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر مجھے یوں معلوم ہوا گویا ان کی روح مجھ پر آن پڑی۔"

(ہفت روزہ "الحکم" قادیان ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء)

حضرت مولوی صاحب تقریر اور تحریر دونوں کے دھنی تھے۔ اور واقعۃً یہ دونوں صفات حضرت صاحبزادہ مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے رگ و پے میں رچ بس گئیں اور خوب خوب جلوہ گری کی۔

رسالہ تشحیذ الاذہان

مارچ ۱۹۰۶ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب کی ادارت میں رسالہ تشحیذ الاذہان نکلنا شروع ہوا۔ جس نے صحافت احمدیہ میں ایک جدید طرز کی بنیاد رکھی۔ اس نے دین کا درد رکھنے والے نوجوانوں میں خدمتِ دین اور اشاعتِ حق کی ایک نئی روح پھونک دی۔ آپ نے اس رسالہ میں ابتداء ہی سے بعض مستقل عنوان قائم کر دیئے۔ یہ رسالہ دراصل انجمن تشحیذ الاذہان کا آرگن تھا اور یہ نام حضرت مسیح موعود نے رکھا تھا۔

تشحیذ کے پہلے شمارہ میں آپ نے ۱۴ صفحات کا ایک انٹروڈکشن لکھا جسے پڑھ کر مولانا نورالدین نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور مبارکباد دی۔ نیز خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو خصوصیت سے اسے پڑھنے کی ہدایت کی۔ مولوی محمد علی صاحب نے ریویو آف ریلیجنز اردو میں اس پر ریویو کیا اور مضمون کا آخری حصہ درج کر کے لکھا۔

"اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور تمام دنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادئ خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور (حق) کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔"

(تاریخ احمدیت ج۵ ص۲۳)

انجمن تشحیذ الاذہان اور اس کا رسالہ ایک ایسا چھوٹا سا کارخانہ تھا جس میں علمی پائے کے مضمون نگار تیار ہونے لگے۔ اور سلسلہ کی آئندہ علمی ضروریات کے لئے قلمکاروں کی ایک کھیپ اس جرنیل صفت وجود نے تیار کر دی جنہوں نے آپ کے شانہ بشانہ اور قدم،

قدم چل کر علمی دنیا میں تہلکا مچا دیا۔

اس میں چھپنے والے بعض مضامین اتنے بلند پایہ تھے کہ غیراز جماعت اخبارات نے بھی ان کو سراہا۔ اور اپنے صفحات کی زینت بنایا۔ چنانچہ اخبار "وکیل" امرتسر نے حضور کا مضمون "کیا تلوار کے زور سے اسلام پھیلا ہے" پورے کا پورا اپنے ایک پرچہ میں نقل کیا۔ تشحیذ میں آپ نے دین حق پر اعتراض کرنے والے کئی لوگوں کو دندان شکن جواب دیا۔

آپ ہی کی تحریک پر انجمن تشحیذ الاذہان نے قادیان میں پہلی لائبریری قائم کی، جو بڑی عمدگی، سنجیدگی اور اور منصوبہ بندی کے ساتھ سلسلہ کی ضروریات پوری کرتی رہی۔ (سوانح فضل عمر صہ ۲۳۷)

انجمن انصار اللہ

۱۹۱۱ء کے اوائل میں آپ نے حضرت امام جماعت احمدیہ مولانا نورالدین صاحب کی اجازت سے دعوت الی اللہ کی غرض سے ایک انجمن انصار اللہ قائم فرمائی جس کے ممبران کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ خدمت دین کے لئے اپنے وقت کا کچھ نہ کچھ حصہ لازماً دیں اور لوگوں کیلئے پاک نمونہ بنیں۔ اس انجمن کی بناء آپ نے ایک رویاء کی وجہ سے رکھی تھی جس میں جماعت کے بہت سے احباب شامل ہوئے۔ اس انجمن نے جماعت میں داعیان الی اللہ کی ایک جمعیت تیار کر دی جس نے آئندہ چل کر جماعت احمدیہ کی ترقی اور اشاعت میں بھاری حصہ لیا۔ ۱۹۱۳ء میں جب حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو لندن میں بطور مربی سلسلہ بھجوانے کا فیصلہ کیا گیا تو رقم کی نایابی کی وجہ سے معاملہ ملتوی ہوتا نظر آیا تب اس انجمن کا صدر محمود آگے بڑھا۔ اور اس انجمن نے رقم جمع کر کے حضرت چوہدری صاحب کو لندن بھجوایا۔

جنوری ۱۹۱۴ء میں آپ نے حضور کی اجازت سے پرسوز دعاؤں کے ساتھ ہندوستان بھر میں تبلیغ دین کے لئے ایک سکیم تیار کی جس کے بعض حصے یہ تھے:۔

(۱) ہندوستان کے تمام شہروں اور قصبوں میں خاص طور پر جلسے کئے جائیں۔

(۲) مختلف مقامات میں واعظ مقرر کئے جائیں۔

(۳) ہر زبان میں ٹریکٹ شائع ہوں۔

(۴) مناسب مقامات پر سکول کھولے جائیں۔

قوتِ تحریر

تشحیذ الاذہان میں چھپنے والے آپ کے بلند پایہ مضامین اور ان کے متعلق اپنوں اور غیروں کے تاثرات کا ذکر گذر چکا ہے۔ آپ کو تو خدا نے سلطان القلم کا مثیل بنانا تھا۔ چنانچہ آپ کی پہلی تصنیف "صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے"۔ ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی جبکہ آپ کی عمر صرف ۱۹ سال کی تھی اور اس میں آپ نے ان مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کے مفصل اور مدلل جواب دیئے جو انہوں نے حضرت مسیح موعود کی وفات سے متعلق کئے تھے۔

جون ۱۹۱۳ء میں آپ نے قادیان سے ایک نیا اخبار "الفضل" جاری کیا۔ جو سلسلہ کی ایک لمبی تاریخ کا رازدان ہے۔

شعر و سخن

۱۹۰۳ء میں آپ نے شعر و سخن کی دنیا میں قدم رکھا

ابتداءً آپ شادؔ تخلص فرماتے تھے۔ آپ کا عارفانہ کلام پہلی مرتبہ مئی ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔ اپنی شاعری کے متعلق آپ فرماتے ہیں :۔

"میرے اشعار میں سے ایک کافی حصّہ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک چوتھائی یا ایک ثلث حصّہ ایسا نکلے گا جو درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر ہے یا حدیثوں کی تفسیر ہے..... اسی طرح کئی تصوف کی باتیں ہیں جن کو ایک چھوٹے سے نکتہ میں حل کیا گیا ہے۔"

(الفضل ۲۵ اکتوبر ۵۵ء)

سلسلہ کے انتظامی اُمور میں شرکت

جنوری ۱۹۰۶ء میں جب نظام وصیّت کا نظم ونسق چلانے کے لئے صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مسیح موعود نے آپ کو بھی مجلس معتمدین کے ارکان میں بطور ممبر نامزد فرمایا۔ اس حیثیت سے ابتدائی دور میں آپ کا ایک تاریخ ساز کارنامہ مدرسہ احمدیہ کو کلی تباہی سے محفوظ رکھنا ہے۔ جب انجمن کے بعض سرکردہ ممبروں (جو بعد میں لاہوری جماعت میں شامل ہوگئے) کی خوشنما تقریروں کے نتیجہ میں جماعتِ مدرسہ احمدیہ کو بند کرنے پر آمادہ نظر آرہی تھی۔ اس وقت حضور کی ایک بے پناہ جذباتی مگر مدلّل تقریر نے جماعت کے دل پھیر دیئے اور یہی مدرسہ احمدیہ ہے جو جماعت کی علمی اور تربیتی درسگاہ ہے اور آج جامعہ احمدیہ کے نام سے مصروفِ عمل ہے۔

۱۹۱۰ء میں حضرت مولانا نورالدین صاحب نے مدرسہ احمدیہ کی نگرانی آپ کو سونپ دی اور آپ نے بڑے انہماک اور محنت اور حکمت اور دُعاؤں کے ساتھ اس کا معیار بہت بُلند کیا۔

۲۴ جولائی ۱۹۱۰ء کو حضرت مولانا نورالدین صاحب نے سفر مُلتان کے دوران آپ کو پہلی دفعہ امیر مقامی مقرر فرمایا۔ حضرت مولانا نُورالدین صاحب کے عہد امامت کے آخری ایام میں آپ نے نظام قدرتِ ثانیہ کے قیام اور استحکام کے لئے زبردست جدوجہد فرمائی۔ جو اپنی ذات میں ایک تفصیلی مضمون ہے۔ حضور کے ارشاد پہ نمازوں وغیرہ کی امامت وغیرہ کے فرائض بھی آپ ہی سرانجام دیتے رہے۔ ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ نے حضور کی زندگی کا آخری جُمعہ پڑھایا۔ اور اگلے دن ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۲۵ سال کی عمر میں منصب امامت پہ فائز کر دیا۔ یہ اس جماعت کی امامت تھی جس نے دَورِ آخری میں اوّلین کی یاد تازہ کرنی ہے۔ جس نے ایمان کو ثریّا سے زمین پر لانا ہے جس نے خدا کی توحید دُنیا میں قائم کرنی ہے۔ آپ جب امام بنے تو آپ سے بہت زیادہ عمر کے لوگ موجود تھے جو بظاہر زیادہ عالم اور منتظم تھے۔ مگر خدا کی نظر انتخاب نے آپ کو چُن لیا۔ اور پُورے باون سال تک آپ کے جلد جلد بڑھنے کا دُنیا نے ایک حیرت انگیز مشاہدہ کیا۔

یہاں آپ کے متعلق یہ خدائی بشارت پورا ہونے کے ضمن میں دو شہادتیں درج کرنی مقصود ہیں۔ یہ ان لوگوں کی گواہیاں ہیں جو بچپن سے آپ کو دیکھتے چلے آرہے تھے۔

دو شہادتیں

امام جماعتِ احمدیہ حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی کی بیماری کے ایّام میں مولانا محمد احسن صاحب امروہی بھی خُطبات پڑھتے رہے۔ آپ نے ایک خطبہ میں بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے الہامات کو جو پُورے ہو چکے تھے پیش کرنے کے بعد فرمایا

"پس جبکہ صدہا یہ الہام زور شور سے پورے ہوتے تو جو الہام ذریت طیبہ کے لئے ہیں کیا وہ پورے نہ ہوں گے۔ ضرور پورے ہوں گے۔ کلّا وحاشا ایّھا الاحباب ان الہامات پر بھی کامل ایمان ہونا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ نومن ببعض و نکفر ببعض کی وعید میں کوئی آجائے نعوذ باللہ خصوصاً ایسی حالت میں کہ آثار ان الہامات کے پورے ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے ہماری کل جماعت کے وہ (یعنی سیّدنا محمود) امام ہیں۔ اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایسی غیر معمولی ترقی کی ہے جیسے کہ الہام میں تھی اور میں نے تو ارہاص کے طور پر یہ سب ارشاد مشاہدہ کئے ہیں۔ اس لئے میں مان چکا ہوں کہ یہی وہ فرزند ارجمند ہیں جن کا نام محمود احمد سبز اشتہار میں موجود ہے۔" (حیاۃ نور الدین صـ ۲۹۲)

حضرت مولوی شیر علی صاحب فرماتے ہیں۔

"حضور کا سارا بڑھنا اور پھولنا اور بابرگ و بار ہونا میری آنکھوں کے سامنے ہوا۔ آپ ایک نازک پتیوں والے چھوٹے پودے کی طرح تھے جب کہ میں نے پہلی دفعہ حضور کو دیکھا اور یہ پودا میرے دیکھتے دیکھتے جلد جلد بڑھا اور پھول پھل لایا۔ اور وہ حیرت انگیز ترقی کی جس کو دیکھ کر آنکھیں چندھیا جاتیں اور عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی قابل انشا پرداز ہوتا تو وہ شاید اس حیرت انگیز ترقی کا نقشہ کھینچنے کی کچھ کوشش کرتا لیکن میں تو اس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔ کہ اس بات کی شہادت دوں کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں آپ کی نسبت پہلے سے خبر دی گئی تھی اس کو میں نے اپنی آنکھوں سے لفظ بلفظ پورا ہوتے دیکھ لیا۔"

(الفضل ۵ نومبر ۳۸ء)

ضروری تصحیح

ماہنامہ خالد ماہ نومبر ۱۹۸۶ء کے ٹائیٹل ۲ پر مکرم برادرم ڈاکٹر عبد الخالق صاحب خالد مہتمم عمومی مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے پہلے بیٹے کی ولادت کی خبر شائع ہوئی تھی۔ اس میں ان کے بیٹے کا نام حماد بن خالق شائع ہوا تھا جو درست نہیں ہے۔ ان کے بیٹے کا نام "حماد بن عبد الخالق" ہے۔

(ادارہ)

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں

حضرت مصلح موعود کی انتھک محنت کا تذکرہ حضور کے الفاظ میں

(مرسلہ منصور احمد شاہد)

۲۷ ردسمبر ۱۹۲۵ء کو جلسہ سالانہ پر فرمایا
"میں ناشتہ کے بعد مدرسہ خواتین میں پڑھاتا ہوں ...
سوا گھنٹہ تک میں انہیں پڑھاتا ہوں ...... اس کے بعد اس کمرہ میں جہاں آجکل دوست ملاقات کرتے ہیں جاتا ہوں آج کل اس کی شکل اور ہے۔ کیونکہ ملاقات کے لئے جگہ نکالنے کے لئے وہاں سے سامان اٹھا دیا گیا ہے۔ میرے کام کرنے کے ایام میں اس کی یہ شکل ہوتی ہے کہ وہ کتابوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے وہاں آکر میرا دفتری کام شروع ہوتا ہے اس جگہ سوا نو بجے کے قریب آتا ہوں۔ اس وقت میں سلسلہ کے انتظامی کاموں اور کاغذات اور سکیموں کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اسی دوران میں دس بجے کے قریب ڈاک آجاتی ہے۔ جس میں روزانہ ۶۰۔ ۷۰۔ ۸۰۔ سو۔ سوا سو خطوط ہوتے ہیں۔ جو کم از کم دو اڑھائی گھنٹہ کا کام ہوتا ہے۔ اس لئے اس کام سے مجھے ساڑھے بارہ بجے یا ایک بجے فراغت ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں کھانا کھانے جاتا ہوں۔ پھر نماز ظہر کے لئے جاتا ہوں۔ نماز پڑھانے کے بعد پھر آکر سلسلہ کے کام جو سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں یا دفاتر کے کاغذات پڑھنے یا تدابیر سوچنے یا بعض علمی مضامین کے لئے مطالعہ کرتا ہوں کیونکہ کئی کتابیں میں نے لکھنی شروع کی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد پھر عصر کی نماز کے لئے چلا جاتا ہوں نماز پڑھانے کے بعد وہاں کچھ دیر دوستوں کے لئے بیٹھتا ہوں اور اگر درس ہو تو درس کے لئے چلا جاتا ہوں۔ یا بیٹھ کر خطوط کے جواب لکھتا ہوں کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے۔ وہ پڑھتا ہوں اور اس کے بعد کھانا کھا کر عشاء کی نماز تک مطالعہ کرتا ہوں اور پھر عشاء کی نماز کے بعد کام کے لئے اسی کمرہ میں چلا جاتا ہوں۔ جہاں ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے رات تک ترجمہ قرآن کریم کا کام کرتا ہوں۔ پھر علمی شوق کے لئے ذاتی مطالعہ کرتا ہوں۔ اس کے بعد جب بستر پر لیٹتا ہوں تو تھکان کی وجہ سے نیند نہیں آتی۔ آنکھوں کے سامنے چیزیں ہلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ کیونکہ تھکان کی وجہ سے اعصاب کانپ رہے ہوتے ہیں۔ اسی حالت میں نیند آجاتی ہے۔ پھر صبح کی نماز کے بعد کام کا یہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

یہ میرا کام ہے جو پچھلے تین چار ماہ سے ہو رہا ہے۔ اسی کام کے دوران میں ہستی باری تعالیٰ کے متعلق جو میں نے ایک جلسہ کے موقع پر تقریر کی تھی۔ اسے قریباً قریباً دوبارہ لکھا ہے۔ اسے دو تین بجے رات تک لکھتا رہتا تھا۔ ان حالات میں جہاں تک میں سمجھتا ہوں میرے وقت میں سے کوئی وقت ایسا نہیں بچتا جب مجھے فراغت ہو۔ کھانا کھاتے ہوئے بھی میں سلسلہ کے متعلق تجاویز اور اہم معاملات پر غور کر رہا ہوتا ہوں اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کھانا کھاتے

ہوئے بیویاں بہ سمجھ کر کوئی بات دریافت کریں۔ کہ اب یہ فارغ ہے تو باوجود اس طرز کی ناپسندگی کے مجھے انہیں خشک جواب دینا پڑتا ہے کہ کیا تم میرے چہرہ سے یہ معلوم نہیں کر سکتیں کہ کسی امر کے متعلق غور کر رہا ہوں تو لبسا اوقات کھانا کھانے سے کھانا اچھی طرح ہضم نہیں ہوتا مگر جب کسی کو بڑے کام کی فکر لگی ہو تو پھر اُسے حکیم کا مشورہ نہیں سوجھتا۔" (منہاج الطالبین صہ ۳-۴)

"۱۷-۱۸ اکتوبر ۳۴ ۱۹ء سے لے کر آج تک سوائے چار پانچ راتوں کے میں کبھی ایک بجے سے پہلے نہیں سو سکا اور بعض اوقات تین چار بجے سوتا ہوں۔ بسا اوقات کام کرتے کرتے دماغ معطل ہو جاتا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ جب دین کا باطل سے مقابلہ ہے تو میرا فرض ہے کہ اسی راہ میں جان دے دوں۔ اور جس دن ہمارے دوستوں میں یہ بات پیدا ہو جائے۔ وہی دن ہماری کامیابی کا ہوگا۔ کام جلدی جلدی کرنے کی عادت پیدا کرو اُٹھو تو جلدی سے اُٹھو چلو تو چستی سے چلو۔ کوئی کام کرنا ہو تو جلدی جلدی کرو۔ اور اس طرح جو وقت بچے اُسے خدا کی راہ میں صرف کرو۔ میرا تجربہ ہے کہ زیادہ تیزی سے کام کیا جا سکتا ہے میں نے ایک ایک دن میں سو سو صفحات لکھے ہیں۔ اور اس میں گو بازو شل ہو گئے۔ اور دماغ معطل ہو گیا مگر میں نے کام ختم کر لیا۔ اور یہ تصنیف کا کام تھا جو سوچ کر کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے کام اس سے آسان ہوتے ہیں۔ اسی ہفتہ میں میں نے اندازہ کیا ہے کہ میں نے دو ہزار کے قریب رُقعے اور خطوط پڑھے ہیں اور بہتوں پر جواب لکھے ہیں اور روزانہ تین چار گھنٹے ملاقاتوں اور مشوروں میں بھی صرف کرتا رہا ہوں۔ پھر کئی خطبات صحیح کئے ہیں۔ اور ایک کتاب کے بھی دو سو صفحات دُرست کئے ہیں بلکہ اس میں ایک کافی تعداد صفحات کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہے۔"

(الفضل ۱۲ر فروری ۱۹۳۵ء)

وُہ دِل کا حلیم ہوگا

انتصار احمد صاحب نذر

خداتعالیٰ نے حضرت بانی جماعت احمدیہ کو ایک عظیم الشان
بیٹے کی بشارت دی اور پھر اس پیش خبری کے مطابق
آپ کو ایک فرزند سے نوازا جس کا نام محمود اور بشیر رکھا گیا
پیشگوئی میں بیان کیا گیا تھا کہ وہ فرزند موعود پیکرِ حلم
ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"وُہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم" جب ہم
سیدنا محمود کی زندگی میں اس علامت کو تلاش کرتے ہیں
تو یوں نظر آتا ہے کہ "حلم" آپ کی فطرت کا ایک لازمی عنصر
بن گیا۔ آپ حلم کے ہر مفہوم پر پورے اترتے تھے۔ رواداری
آپ کی زندگی کا جزو بن گئی تھی۔ اپنے بھی اس سے مستفیض
ہوتے اور غیر بھی، دوست بھی اس سے حصہ پاتے اور دشمن
بھی۔ قادیان میں ایک صاحب ڈاکٹر گوربخش سنگھ تھے۔ وہ
جماعت سے عناد رکھتے تھے اور سلسلہ کی برملا مخالفت کیا
کرتے تھے بلکہ سرخیل معاندین تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ

"میری بھانجی ایف۔ اے میں تعلیم پاتی تھی اور اس نے
فلاسفی کا مضمون لیا ہوا تھا۔ اس مضمون میں وہ کمزور تھی
قادیان میں سوائے احمدیہ جماعت کے افراد کے اور کوئی اعلیٰ
تعلیم یافتہ نہ تھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مکرم عبدالسلام
صاحب اختر (مرحوم) فلاسفی میں ایم۔ اے ہیں میرے ان کے
والد ماسٹر علی محمد صاحب بی اے بی ٹی سے اچھے مراسم تھے چنانچہ
مَیں ان کے پاس حاضر ہوا اور اپنی بھانجی کے لئے عبدالسلام
صاحب کو ٹیوشن پڑھانے کی اجازت دینے کی درخواست کی۔
ماسٹر صاحب فرمانے لگے میرا بیٹا عبدالسلام واقف زندگی ہے
اور اس کے وقت کا ایک ایک منٹ حضرت صاحب کے
تحتِ حکم ہے۔ اگر حضرت صاحب اجازت دے دیں تو وہ
بخوشی یہ خدمت بجالا سکتا ہے۔ اِن دنوں میں نے حضرت صاحب
اور جماعت کے خلاف کچھ مقدمات کئے ہوئے تھے اور
میرے تعلقات حضور کے ساتھ کشیدہ تھے۔ لہٰذا میں حضرت
صاحب کی خدمت میں مکرم عبدالسلام صاحب کو اجازت
دینے کے لئے کہنا نہ چاہتا تھا۔ لیکن جب پڑھانے کا کوئی اور
انتظام نہ ہوسکا تو مجبوراً مَیں نے حضور کی خدمت میں اپنی
غرض کے لئے ایک رقعہ لکھا۔ حضور نے اس پر بخوشی عبدالسلام
صاحب کو جانے کی اجازت دے دی چنانچہ مکرم عبدالسلام
صاحب کئی ماہ تک میری بھانجی کو پڑھاتے رہے۔ مَیں نے
ان کو ٹیوشن فیس دینا چاہی لیکن انہوں نے کہا کہ میں حضرت
صاحب کے حکم کے ماتحت بطور ڈیوٹی پڑھا رہا ہوں اس کا
معاوضہ لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نتیجہ نکلنے پر یہ لڑکی
بہت اچھے نمبروں میں پاس ہوئی اور میں ایک تھال میں
مٹھائی اور مبلغ دس روپے لیکر عبدالسلام صاحب کے گھر پہنچا۔ انہوں
نے کہا کہ مَیں یہ مٹھائی اور روپے نہیں لے سکتا۔ اگر آپ

چاہیں تو حضرت صاحب کے پاس لے جائیں میں نے وہ مٹھائی حضور کی خدمت میں بھجوائی۔ حضور نے بچی کو مبارکباد دی اور فرمایا کہ آپ ہمارے پڑوسی ہیں۔ میں نے جو بچی کی پڑھائی کا انتظام کیا ہے وہ کسی معاوضے کیلئے نہیں تھا۔ حضور نے مٹھائی دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ذریعہ تقسیم کرا دی اور رقم مجھے واپس کر دی۔"

ایک شخص تھا "فخر الدین ملتانی" ایک فتنہ کا بانی مبانی۔ اس نے اپنی زبان سے، قلم سے حضرت محمود اور آپ کے اہل بیت کے خلاف انتہائی سب وشتم اور بہتان طرازی سے کام لیا۔ اس کی اشتعال انگیزی حد سے بڑھی ہوئی تھی اور اس کا دل بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خاندان اور حضرت مصلح موعود کے لئے بغض و عناد سے بھرا ہوا تھا ـــــ لیکن جب وہ فوت ہو گیا تو اسکی بیوی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی مالی تنگی اور سامانِ خورد و نوش سے تہی دستی کا ذکر کرتے ہوئے امداد کی درخواست کی۔ باوجود اس کے کہ فخر الدین ملتانی اور اس کے ساتھیوں کے فعل سے احمدیوں اور حضور کے دل زخمی تھے اور اس کا پیدا کردہ فتنہ جاری تھا مگر یہ مجسم حلم وجود شفقت و رأفت کا پیکر اس کنبے کی زبوں حالی پر درد سے بھر گیا اور ہمدردی خلق کا چشمہ آپ کے دل میں موجزن ہوا اور آپ نے ان کے لئے سامانِ خورد و نوش فراہم کرنے کا انتظام کیا جبکہ فخر الدین کے نام نہاد دوست اسکی کوئی بھی مالی مدد نہ کر سکے۔

حضور نے اعلان فرمایا تھا کہ آپ سوائے اپنے رشتہ داروں یا واقفین کے دوسرے احباب جماعت کے نکاحوں کا اعلان کرنے کی فرصت نہ نکال سکیں گے لیکن جب فخر الدین ملتانی کے لڑکے نے کہا کہ اگر اسکی ہمشیرہ کا نکاح خود حضور پڑھانا منظور فرما دیں تو تب ہی اسکا رشتہ احمدیوں میں ہو سکتا ہے ورنہ کوئی احمدی اسکا رشتہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا تو آپ نے یہ درخواست قبول کرتے ہوئے فخر الدین کی لڑکی کے نکاح کا اعلان خود فرمایا۔

جماعت احمدیہ کے ایک دیرینہ معاند اور ایک بہت بڑے اخبار نویس بیمار ہو کر مری میں صاحب فراش تھے ان کی دواؤں کا انتظام حضور کرتے رہے اور ڈاکٹر غلام مصطفٰے صاحب کو ان کی عیادت کے لئے بھجوایا اور جرمنی وغیرہ سے دوائیں منگوا کر بھجواتے رہے۔

صوبہ بہار میں مسلمانوں کے خلاف وہاں کے ہندوؤں نے قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا اور بہار کی حکومت بھی سہل انگاری سے کام لیتے ہوئے اس خونی ہنگامہ کو فرو نہ کر سکی تو حضرت فضلِ عمر کا حساس اور شفقت سے بھرپور دل مسلمانوں کی اس مصیبت سے بہت آزردہ ہوا اور آپ نے قائدِ اعظم سر محمد علی جناح کو ریلیف کے کام کیلئے فوراً مبلغ پندرہ ہزار روپیہ بھجوایا اور مرکز سے ایک وفد ریلیف کے کام کے لئے بھجوانے کا انتظام فرمایا۔ اس طرح کے کئی وفود روانہ کئے گئے جو مختلف کیمپوں میں سرگرم عمل رہے۔ تارا پور کیمپ میں سر فیروز خاں صاحب نون نے کام کا معائنہ کیا اور جماعت کی اعلیٰ خدمت کی تعریف کی۔

آپ کا حلیم دل ہر ایک کیلئے محبت اور شفقت اور درد سے پُر تھا۔ اس میں مذہب و ملت کی کوئی تخصیص نہ تھی چنانچہ پنڈت میلا رام وفا اپنے منظوم کلام میں لکھتے ہیں۔

سینکڑوں بیوائیں تقسیمِ وطن کے بعد بھی
دل کی گہرائی سے ہیں ان کی دعا گو صبح و شام
بیسیوں محتاج ہندو، درجنوں محتاج سکھ
سب وظیفے پا رہے ہیں آج تک بالالتزام

(تحریکِ احمدیت بھارت واسیوں کی نظر میں)

غرض الہامی خبر "دل کا حلیم" پوری شان سے پوری ہوئی۔ سیدنا محمود کی زندگی کی صبحیں اور شامیں اس پر گواہ ہیں۔ آپ اپنوں کے لئے جسطرح بیقرار ہوئے اس سے کہیں بڑھ کر غیروں کے لئے آپ کے دل میں محبت نے جوش مارا۔ دوستوں کے لئے تو آپ ابریشم کیطرح نرم تھے ہی دشمن بھی آپ کی حلیمی سے مستفیض ہو کر شاداں ہوئے۔ مستقبل کا مورخ جب بھی رواداری اور حلم کی مثالیں مرتب کریگا۔ آپ کا نام اس کی تاریخ کے اولین صفحات پر رقم ہوگا انشاءاللہ۔

نوٹ:۔ اس مضمون کی تیاری میں مجلہ الجامعہ مصلح موعود نمبر جلد ۲ شمارہ نمبر ۲ سے مدد لی گئی

دین کو دنیا پر مقدم کرو!

سیدنا حضرت مصلح موعود کا ارشاد

"میرے پیارو! دین کیلئے جو کچھ بھی ہو سکے قربان کردو۔ کیونکہ جو لوگ دین کی خدمت کرتے ہیں وہ دنیا سے بھی خالی نہیں رہتے اور خدا تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی ذلیل نہیں کرتا اور آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جو لوگ دین کے حصول کے لئے کوشاں ہوں وہ دنیا میں ذلیل ہو گئے ہوں۔ جو دنیا کے طلبگار ہوتے ہیں وہ دین سے محروم رہ جاتے ہیں جو دین کے طلبگار ہوتے ہیں وہ دنیا سے محروم نہیں کئے جاتے اور خدا تعالیٰ کی رضا نفع میں حاصل ہوتی ہے۔ پس دین کو دنیا پر مقدم کرو تا خدا تمہیں غیروں پر مقدم کرے۔"

دین کا خلاصہ

اطاعت! اطاعت! اطاعت!

سیدنا حضرت فضل عمر نے فرمایا:۔

- "خوب یاد رکھو کہ اطاعت، اطاعت، اطاعت، خلاصہ ہے دین کا۔ جو شخص افسر کی اطاعت نہیں کرتا وہ سمجھ لے کہ اسکی نمازیں اور اس کے روزے اور اس کا ایمان اُسے کوئی فائدہ نہ دے سکے گا۔ وہ کفر کی سرحد پر کھڑا ہے اور ایک دھکے سے کافروں میں جا گریگا۔ اور اسکی نمازیں اور اس کے روزے اور اسکی زکوٰۃ اور اس کے صدقات اسکے کسی کام نہ آسکیں گے۔ جو شخص نمازیں پڑھتا ہے، چندے دیتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے، صدقات کرتا ہے اور دوسری نیکیاں بجا لاتا ہے۔ مگر اس میں یہ نقص ہے کہ وہ اطاعت اور فرماں برداری نہیں کرتا تو وہ ایسے مقام پر کھڑا ہے جہاں ابلیس ہے (الفضل ۱۵ جون ۱۹۴۴ء)

- "جس طرح وہی شاخ پھل لا سکتی ہے جو درخت کے ساتھ ہو۔ وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کر سکتی جو درخت سے جُدا ہو اسی طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کر سکتا ہے۔ جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کر سکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کر سکتا ہے"

(الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۴۶ء)

محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ

میرے سُورج کو کِس کی نظر کھا گئی

چاندنی ماند ہے، چاند بھی ماند ہے
وہ چمک بھی ستاروں میں باقی نہیں
پھُول توڑا ہے گلچیں نے وہ باغ سے
دلکشی اب بہاروں میں باقی نہیں

اُس کے دم سے اُجالا تھا چاروں طرف
وہ گیا تو یہاں تیرگی چھا گئی
چاند روشن ہے اب بھی اُفق پر مگر
میرے سُورج کو کِس کی نظر کھا گئی

مکرم مبشر احمد صاحب خالد

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے ہی حضرت مسیح موعود (اللہ تعالیٰ کی آپ پر بے شمار رحمتیں نازل ہوں) نے خدا تعالیٰ سے وحی پاکر آپ کی باون صفات بیان فرما دی تھیں اور ان کا اعلان عام کر دیا تھا۔ ان تمام صفات کے حضرت مصلح موعود ایک عظیم شاہکار تھے اپنے تو کیا غیر بھی ان کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس مضمون میں حضرت مصلح موعود کی صرف چند صفات کے متعلق جو آراء غیر از جماعت دانشوروں نے ظاہر کی ہیں پیش کی جاتی ہیں۔

"وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا"

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق صاحب نے فرمایا۔

"جس قدر روپے احرار کی مخالفت میں قادیان خرچ کر رہا ہے اور جو عظیم الشان دماغ اس کی پشت پناہی پر ہے وہ بڑی سے بڑی سلطنت کو پل بھر میں درہم برہم کرنے کے لئے کافی ہے۔" (اخبار مجاہد ۱۵ اگست ۱۹۳۵ء)

دسمبر ۱۹۴۸ء میں سیدنا حضرت مصلح موعود (نور اللہ مرقدہٗ) نے احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام منیبار ہال لاء کالج لاہور میں "موجودہ حالات میں عالم اسلام کی حیثیت اور اس کا مستقبل" کے موضوع پر تقریر فرمائی تقریر کے اختتام پر تقریب کے صدر آنریبل جسٹس ایس۔ اے رحمان نے یہ ریمارکس دیئے۔

"میں احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کا شکرگزار ہوں کہ جس نے اس فاضلانہ تقریر کے سننے کا ہمیں موقع بہم پہنچایا۔ جناب مرزا صاحب نے تھوڑے وقت میں بہت وسیع مضمون بیان فرمایا ہے۔ اور اس کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے جو تعمیری تجاویز بیان فرمائی ہیں ہمیں ان پر سنجیدگی سے غور کرنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"

(الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۴۸ء)

قیام پاکستان کے بعد آپ نے لاہور میں "پاکستان اور اس کا مستقبل" کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ تقریر سننے کے بعد برصغیر کے مشہور سیاستدان اور مدبر ملک سر فیروز خان نون نے درج ذیل تبصرہ کیا۔

"حضرت صاحب کے دماغ کے اندر علم کا ایک سمندر موجزن ہے۔ انہوں نے تھوڑے وقت میں بہت کچھ بتایا ہے اور نہایت فاضلانہ طریق سے مضمون پر روشنی ڈالی ہے۔" (الفضل ۹ دسمبر ۱۹۴۷ء)

"علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"

اثنائے سفر یورپ دمشق کے قیام کے موقعہ پر اخبار "العمران" نے اپنی ۱۰ اگست ۱۹۲۴ء کی اشاعت میں بعنوان "مہدی دمشق میں" لکھا،

"جناب احمد قادیانی صاحب ہندوستان میں مہدی کے خلیفہ اپنے بڑے بڑے مصاحبین سمیت جو آپ کی جماعت کے بعض بڑے بڑے علماء ہیں دار الخلافہ میں تشریف لائے۔ ابھی آپ کے دار الخلافہ میں تشریف لانے کی خبر شائع ہی ہوئی تھی کہ بہت سے علماء و فضلاء آپ کے ساتھ گفتگو کرنے اور آپ کی دعوت کے متعلق آپ سے مناظرہ و مباحثہ کرنے کیلئے آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور انہوں نے آپ کو نہایت عمیق ریسرچ رکھنے والا عالم اور سب مذاہب اور ان کی تاریخ و فلسفہ کا گہرا مطالعہ رکھنے والا اور شریعتِ الٰہیہ کی حکمت و فلسفہ سے واقف شخصیت پایا۔"

جب اسلامیہ کالج لاہور کے ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیر اہتمام حضرت صاحب نے "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے عنوان سے لیکچر دیا تو سر عبد القادر صاحب نے صدارتی خطاب میں فرمایا:

"آج شام جب میں اس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اسلامی تاریخ کا بہت سا حصّہ مجھے بھی معلوم ہے۔ اور اس پر میں اچھی طرح رائے زنی کر سکتا ہوں۔ لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ میں ابھی طفلِ مکتب ہوں"۔

(الفضل ۸ مارچ ۱۹۲۹ء)

اور جب یہ لیکچر ایک کتاب کی شکل میں شائع ہوا تو سر عبد القادر نے لکھا:

"فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی ضمانت ہے کہ تقریر نہایت عالمانہ ہے مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُدبُد ہے اور میں دعوےٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مورخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے بعد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور اس خانہ جنگی کے فتنہ کی اصلی وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے۔ جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدت تک متزلزل رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گذرا ہوگا۔"

(پیش لفظ اسلام میں اختلافات کا آغاز)

"اولو العزم ہوگا"

خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں:۔

"اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں انکی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا۔۔۔ سیاسی سمجھ بھی سکتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی

قوی ہیں۔ اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی
اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔"
(اخبار عادل دہلی ۲۴ اپریل ۱۹۳۳ء)

"اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا"

نومبر ۱۹۳۰ء میں منعقد ہونے والی گول میز کانفرنس
میں پیش کی جانیوالی سائمن کمیشن رپورٹ جو ماہ جون ۱۹۲۹ء
میں شائع ہوئی تھی۔ جس میں صوبوں اور ریاستوں میں فیڈریشن
قائم کرنے کی سفارش تھی اور ہندوستانی راہنما اس سے
متفق نہ تھے اس سے متعلق حضور نے کتاب
"ہندوستان کے موجودہ سیاسی مسئلہ کا حل"
لکھی جسے بہت مقبولیت حاصل ہوئی اور لوگوں نے شکریہ
ادا کرتے ہوئے خط لکھے اور تبصرے کئے۔

اخبار انقلاب لاہور ۱۸ نومبر ۱۹۳۰ء رقمطراز ہے۔
"جناب مرزا صاحب نے اس تبصرہ کے ذریعہ
مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت سرانجام دی
ہے۔ بڑی بڑی اسلامی جماعتوں کا کام تھا جو
مرزا صاحب نے سرانجام دیا ہے"۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال نے لکھا:
"تبصرہ کے چند مقامات کا میں نے مطالعہ کیا
نہایت عمدہ اور جامع ہے"۔

اخبار گورکھپور نے لکھا:
"جناب امام جماعت احمدیہ کے احسانات تمام
مسلمانوں پر ہیں۔ آپ ہی کی تحریک پر ورتمان
پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت نے
رنگیلا رسول کے معاملہ کو آگے بڑھایا سرفروشی
کی۔ اور جیل خانہ جانے سے خوف نہ کھایا۔ آپ
ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر صاحب بہادر
کو عدل و انصاف کی طرف مائل کیا۔ اس وقت
ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں کے ہیں
سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں
یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے ہیں صرف
ایک احمدی جماعت ہے جو قرون اولیٰ کے
مسلمانوں کی طرح کسی قوم یا جمعیت سے مرعوب
نہیں اور خاص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے"۔
(مشرق مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۷ء)

۱۹۳۰ء میں جب کشمیر کے مسلم عوام پر ہندو سامراج
اور ڈوگرہ راج والوں نے طرح طرح کے منصوبوں سے مظالم
اور مصائب کے پہاڑ کھڑے کر دیئے اور ان کی ہر قسم کی آزادی
کو سلب کر لیا تھا۔ اس وقت ان کی امداد کے لئے بڑے
بڑے مدبروں اور راجاؤں اور سیاستدانوں کی نظر انتخاب
آپ ہی پر پڑی اور آپ نے ہی اس کشتی کو منجدھار سے نکال
کر ساحل مراد تک پہنچایا۔ چنانچہ کئی مشہور لیڈر جن میں شاعر
مشرق۔ نواب صاحب گنج پورہ۔ سر ذوالفقار علی خان۔ خان
بہادر شیخ رحیم بخش ریٹائرڈ سیشن جج۔ سید محسن شاہ۔
خواجہ حسن نظامی۔ سید حبیب مدیر سیاست حسرت
موہانی وغیرہم ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں جمع ہوئے
اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اور ڈاکٹر
سر محمد اقبال کی تجویز پر آپ سے زمام قیادت ہاتھ میں لینے
کی درخواست کی گئی۔
(سرگذشت از عبد المجید سالک ص ۲۹۳)

دوسری جنگ عظیم میں جب مصر کی حد میں جنگ داخل
ہوئی اور پھر ساتھ ہی ارض مقدس کو جنگ کی آگ کا
خطرہ لاحق ہونے کا امکان دیکھ کر اس آگ کو ارض مقدس

اور مصر سے دُور رکھنے کے لئے حضور نے ایک خُطبہ دیا اس پر اخبار زمزم اپنی اشاعت ۱۳ر جولائی ۱۹۴۲ء میں لکھتا ہے:

"موجودہ حالات میں خلیفہ صاحب نے مصر اور حجازِ مقدس کے لئے اسلامی غیرت کا جو ثبوت دیا ہے وہ یقیناً قابلِ قدر ہے۔ اور انہوں نے اس غیرت کا اظہار کر کے مُسلمانوں کی صحیح ترجمانی کی ہے۔"

آنریبل خان بہادر شیخ عبدالقادر نے حضور کی خدمات کے اعتراف میں لکھا:

"مجھے جماعتِ احمدیہ کے ساتھ مُسلمانوں کے عام مفاد کے سِلسلہ میں تعلقات کا موقع ملتا رہا ہے مُسلمانوں کی عام بہبودی اور ترقی کے سوال سے آپ کی گہری دلچسپی کا میرے دل پر بھاری اثر ہے۔"

(الحکم جوبلی نمبر دسمبر ۱۹۳۹ء)

اُردو کے مایۂ ناز محقق مولانا نیاز فتح پوری تفسیر کبیر کی جلد سوم کے مطالعہ کے بعد لکھتے ہیں۔

"آپ کی تبحرِ علمی آپ کی وُسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست آپ کا حُسنِ استدلال آپ کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۂ ہود کی تفسیر میں حضرت لوط پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک اُٹھا۔ اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے هٰؤُلَآءِ بَنَاتِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا پہلو اختیار کیا ہے

اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خُدا آپ کو تا دیر قائم رکھے۔ آمین۔"

(الفضل ۱۷ر نومبر ۱۹۶۳ء)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اپنے رسالہ "صدق جدید" میں لکھا:

"قرآن و علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عُمری میں جاری رکھیں۔ ان کا اللہ انہیں صلہ عطا فرمائے۔ (آمین) علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بُلند و مُمتاز مرتبہ ہے۔"

(صدقِ جدید لکھنؤ ۱۸ر نومبر ۱۹۶۵ء)

نیکی و پاکیزگی کا اثر

مارچ ۱۹۱۳ء میں ایک غیر احمدی صحافی محمد اسلم صاحب امرتسر سے قادیان آئے اور چند روز قیام کر کے واپس چلے گئے۔ انہوں نے جماعت کا نہایت قریب سے مطالعہ کرنے کے بعد اپنے تاثرات پر ایک تفصیلی بیان دیا اور اس میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے متعلق لکھا:

"صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے بھی مل کر ہمیں از حد مسرّت ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب نہایت ہی خلیق اور سادگی پسند انسان ہیں۔ علاوہ خوش خلقی کے کہیں بڑی حد تک معاملہ فہم و مدبر بھی ہیں علاوہ دیگر باتوں کے جو گفتگو صاحبزادہ صاحب موصوف اور میرے درمیان ہندوستان کے مستقبل پر ہوئی اس کے متعلق

صاحبزادہ صاحب نے جو رائے اقوام عالم کے زمانہ ماضی کے واقعات کی بناء پر ظاہر فرمائی وہ نہایت ہی زبردست مدبرانہ پہلو لئے ہوئے تھی۔ صاحبزادہ صاحب نے مجھ سے ازراہِ نوازش بہت کچھ مخلصانہ پیرایہ میں یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ میں کم از کم ایک ہفتہ قادیان میں رہوں۔ اگرچہ بوجوہ چند در چند میں ان کے ارشاد کی تعمیل سے قاصر رہا۔ مگر صاحبزادہ صاحب کی اس بلند نظرانہ مہربانی و شفقت کا از حد مشکور ہوں۔ صاحبزادہ صاحب کا زہد و تقویٰ اور ان کی وسعت خیالانہ، سادگی ہمیشہ یاد رہے گی۔"

(تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۴۶۸)

ایک سکھ سردار دھرم اننت سنگھ صاحب پرنسپل خالصہ پرچارک ودیالہ ترن تارن ۳۸-۱۹۳۷ء کے دو سالانہ جلسوں پر قادیان آئے اور حضرت مصلح موعود کی تقاریر اور زیارت سے بہت محظوظ ہوئے۔ اور اپنے خیالات کا اظہار مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا۔

"اگر مجھ سے پُوچھا جائے کہ مختصر الفاظ میں انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے تو میرا جواب یہ ہو گا کہ نیک بننا اور نیکوں کی زیارت کرنا۔ ہز ہولی نس مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب آف قادیان اُن خوش قسمت اور بلند ہستیوں میں سے ہیں جو اپنی زندگی میں اس اصُول پر عمل کرتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کی زیارت کرنا اور آپ کے ارشادات کو سُننا ایک سعادت ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض مخصوص لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ کرسمس کے ایام میں جبکہ لوگ بکثرت دریاؤں۔ پہاڑوں عمارتوں دوسری بے جان چیزوں اور بے معنی نظاروں کو دیکھنے پر اپنا وقت پیسہ اور قوتِ عمل ضائع کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے بعض مخصوص بندے قادیان کو بھاگتے ہیں۔ تا ان بابرکت مسرتوں سے لُطف اندوز ہو سکیں۔ جو تمام مذاہب کے نیک اور مخلص لوگوں کے لئے آئندہ میں مقدر ہیں۔ میں نے جماعت احمدیہ کے دو سالانہ جلسے یعنی ۱۹۳۷ء و ۳۸ء کے دیکھے ہیں۔ وہاں میں نے خوبی ہی خوبی دیکھی ہے۔ میں نے کسی کو تمباکو نوشی کرتے فضول بکواس کرتے، لڑتے جھگڑتے بھیک مانگتے، عورتوں پر آوازیں کستے، دھوکا بازی کرتے لوٹتے اور لغو طور پر ہنستے نہیں دیکھا۔ شرابی۔ جواری جیب تراش اس قسم کے بدمعاش لوگ قادیان کی احمدی آبادی میں قطعاً مفقود ہیں یہ کوئی معمولی اور نظر انداز کرنے کے قابل خصوصیت نہیں۔ کیا یہ بات اس وسیع براعظم کے کسی اور مقدس شہر میں نظر آ سکتی ہے؟ یقیناً نہیں۔ میں بہت مقامات پر پھرا ہوں اور پورے زور کے ساتھ ہر جگہ یہ بات کہنے کو تیار ہوں کہ بجلی کے زبردست جنریٹر کی طرح قادیان کا مقدس وجود اپنے پیچھے متبعین کے قلوب کو پاکیزہ علوم سے منوّر کرتا ہے۔ اور قادیان میں احمدیوں کی قابلِ تقلید زندگی اور کامیابی کا راز یہی ہے۔

حضرت مرزا صاحب ایسی روانی کے ساتھ پانچ سے نو گھنٹوں تک بولتے ہیں کہ ہندوستان یا اس سے باہر اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ دسمبر ۱۹۳۸ء کو میں نے مرزا صاحب کی تقریر سُنی۔

جو آپ نے کھڑے ہو کر پانچ گھنٹہ کی۔ اور سامعین جن میں مَیں خود بھی شامل تھا۔ بُت بنے سُنتے رہے اور نہایت غور کے ساتھ آپ کے مسکراتے ہوئے چہرہ مُبارک کو دیکھتے رہے۔

جلسہ کی تمام تقریریں مذہبی ہوتی ہیں۔ جن کا استدلال قرآن مجید سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اُن میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی۔ جو بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی دوسرے کے لئے دلآزار ہو۔ (دینِ حق) کا بول بالا ہوتا ہے مگر دوسرے مذاہب کی تحقیر کر کے نہیں۔

حضرت مرزا صاحب اور آپ کے خدّام کی مہمان نوازی۔ باقاعدگی اخلاص اور دوسری خوبیاں یقیناً بےنظیر ہیں۔ جتنا عرصہ میں قادیان میں رہا۔ میرے دل میں وہی جذبات پیدا ہوتے رہے جو ہمارے روحانی پیشوا نے ان الفاظ میں بیان فرمائے ہیں کہ "وہی واحد لاشریک سب میں موجود ہے۔ نانک اُسے دیکھتا اور خوش ہوتا ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۵۳۷)

آخری صفحہ

اپنے اخلاق

ایک دفعہ ایک سخت مخالف غیر از جماعت دوست کسی کام کے سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ سے ملنے کیلئے ربوہ آئے۔ ان کی حضرت ام ناصر صاحبہ سے قریبی رشتہ داری بھی تھی اس لئے سیدھے وہاں پہنچے اور پیغام بھجوایا کہ میں نے حضرت صاحب سے ملنا ہے مجھے وقت لے دیں۔ مگر انہوں نے غیرت کی وجہ سے جواب دیا۔

"یوں تو آپ میرے خاوند کو گالیاں دیتے ہیں مگر جب کام ہوتا ہے تو سفارش کروانے آجاتے ہیں۔ میں نہ صرف یہ کہ پیغام نہ دوں گی بلکہ آپ سے ملنا بھی پسند نہیں کرتی"۔

وہ صاحب ادھر سے مایوس ہو کر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری گئے اور وہاں سے کوشش کر کے ملاقات کا وقت لے لیا۔ کچھ دیر بعد حضور حضرت ام ناصر صاحبہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ انہی صاحب کے لئے اکرام ضیف کے طور پر ایک دو ڈش مزید تیار کر دو۔ وہ کھانا میرے ساتھ کھائیں گے۔

حضرت ام ناصر صاحبہ نے ان کا پیغام اور اپنا جواب بتایا تو حضور نے فرمایا تم نے تو اپنی غیرت کا اظہار کر دیا ہے مگر اب وہ میرے مہمان ہیں اور رسول اللہؐ نے مہمان کی بڑی عزت رکھی ہے۔ وہ گالیاں دے کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں اور میں نے سنت رسولؐ پر چل کر اپنے اخلاق کا مظاہرہ کرنا ہے۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ

اِس سال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لیئے واقفینِ زندگی طلباء کا انٹرویو انشاءاللہ میٹرک کے نتیجہ کے بعد ہوگا۔ معیّن تاریخ کا اعلان انشاءاللہ بعد میں کر دیا جائے گا۔ لیکن انٹرویو سے پہلے امیدواران کے وقف اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے بارہ میں ضروری کوائف مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ابھی سے درخواستیں آجائیں تا کہ انٹرویو سے پہلے امیدواران کے کوائف مکمل کر لیئے جائیں۔

اِس لیئے جماعت کے ایسے ذہین، ہونہار، دین کا شوق رکھنے والے مخلص نوجوان جو اِس سال میٹرک، ایف اے، بی اے اور ایم اے کے امتحان دے رہے ہیں اور وہ زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی خواہش رکھتے ہوں وہ امتحان یا نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ ابھی سے مقامی جماعت کے امیر یا صدر صاحب کی وساطت سے درخواستیں وکالتِ دیوان تحریک جدید ربوہ کو ارسال فرمائیں۔

(وکیل الدّیوان تحریکِ جدید۔ ربوہ)

Monthly KHALID RABWAH
Regd. No. L5830 February 1987